Phone :

BAHADUR YAR JUNG ACADEMY
HYDERABAD.

AIWAN-E-IRFAN,
H. No. 13/6/437/1/8/A,
Bahadur Yar Jung Colony, (Khader Bagh),
Hyderabad-500 008 (A.P.)
INDIA.

Date 30/10/78

زیر نظر کتاب "حیدرآباد میں آریہ سماج کی تحریک" اس دور کی حکومت کی جانب سے "حکومت سرکار عالی" کے حکم سے شائع کی گئی تھی۔

اس ۶۲ صفحہ کے پمفلٹ کا مسالہ آریہ سماجیوں کی غیر سماجی اشتعال انگیزیوں اور مشاورت کے بے راہ ہموار کرنے کے وسیلوں پر مشتمل مختصر مگر جامع مواد کے باعث، اس دور کے سیاسی حالات کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوگا۔

۳۰/۱۰/۷۸

نظام الدین
سرورق نگار و سرورق ہمارا ریسرچ

حیدرآباد

میں

آریا سماج کی تحریک

حکومت سرکار عالی کے حکم سے شائع کیا گیا

مطبوعہ دار الطباعت شکر باغ حیدرآباد دکن

مندرجات

انتخاب سلسلہ	نوعیت مضامین	نمبر صفحات
	حیدرآباد میں آریا سماج کی تحریک	۵-۱
۱	آریا سماجیوں کے بیدیشوں اور تقریروں کے انتخابات	۹-۶
۲	آریا سماجی اخباروں میں آریا سماجیوں کے مضامین سے انتخابات	۱۸-۱۰
۳	آریا سماجی گیتوں اور بھجنوں کے انتخابات	۲۱-۱۹
۴	بھائی پرمانند، حیدرآباد کے متعلق ان کا مضمون اور مسٹر وناک راؤ کے ساتھ مراسلت	۲۷-۲۱
۵	مسٹر ساورکر کا خط مسٹر گپتا کے نام اور	۲۹-۲۷
۶	مسٹر بی رام راؤ کا مکتوب مندرجہ بمبئی سنٹی نل	۳۱-۳۰
۷	ویدپرکاش کا افسانہ	۳۴-۳۲
۸	آریا سارودیشک سبھا دہلی کے (۱۴) مطالبے	۴۶-۳۵
۹	مذہبی تقاریب سے متعلق قواعد	۵۰-۴۷
۱۰	اکھاڑوں کے قیام کے قواعد	۵۳-۵۰
۱۱	خانگی مدارس کے قیام و انتظام کے قواعد	۵۷-۵۳
۱۲	آریا سماجیوں کے ممنوعہ اخباروں کے متعلق نوٹ	۶۰-۵۷
۱۳	ریاست حیدرآباد میں آریا سماج کا مقدمہ	۶۲-۶۰

حیدرآباد میں آریہ سماج کی تحریک

آریا سماج کی تحریک ممالک محروسہ سرکار عالی میں کئی سال سے جاری ہے۔ بلدۂ حیدرآباد میں اس کی اٹھارہ انجمنیں ہیں اور اس کی صدر انجمن جو آریا پرتی ندھی سبھا نظام راجیہ کے نام سے موسوم ہے اوگھیر میں قائم ہے جسکی شاخیں ملک کے مختلف حصّوں میں پھیلی ہوئی ہیں یہ مرکزی انجمن آریا سارو دیشک سبھا دہلی سے اپنا تعلق رکھتی ہے۔ بہ ظاہر اسکے اہم فرائض موقتی طور پر جلسے منعقد کرنا، جلوس ترتیب دینا، اکھاڑے قائم کرنا اور شدھی اور سنگٹھن کیلئے مبلغ مقرر کرنا ہے۔ تقریریں کرنے اور نئے لوگوں کو بھرتی کرنے کیلئے اکثر بیرونی پرچارکوں کو بلایا جاتا ہے۔

زمانۂ قدیم سے مذہبی رواداری اور رعایا کے جملہ فرقوں کیلئے عبادت اور تبلیغ مذہب کی یکساں آزادی کی جو روایت اور پالیسی ریاست حیدرآباد میں قائم ہے اور جسکی یکے بعد دیگرے فرمانروایان ریاست نے توثیق مزید کی ہے اس کے تحت حکومت سرکار عالی نے آریا سماج کی سرگرمیوں کو بھی اسی طریقہ پر اور اس حد تک جاری رہنے کی اجازت دی جسطرح کہ ریاست کی کسی دوسری مذہبی انجمن کو اجازت ہے۔

کچھ عرصہ سے حیدرآباد میں آریا سماج کی سرگرمیاں مذہبی اور معاشری اصلاح کی جائز حدود سے بہت دور ہوگئی ہیں اور ان میں نہایت تشدد آمیز سیاسی اور فرقہ وارانہ میلانات پیدا ہوگئے ہیں مسلح جلوس، قانون شکنی اور احکام کی خلاف ورزی، منظم طریقے پر مخالفانہ پروپاگنڈا، ریاست کے خلاف منافرت کے خیالات پھیلانا، ممالک محروسہ کے مختلف فرقوں کے درمیان نسلی عداوت کے جذبات کو ابھارنا اور ریاست کے خلاف اندرون و بیرون ملک سرگرم مخالفانہ شورش برپا کرنا ان کا روزمرہ عمل ہوگیا ہے۔ سماج کے زیر اہتمام اسکے کارکنوں کی یہ کارروائیاں صاف طور پر یہ بتاتی ہیں کہ انھوں نے اس آزادئ عمل و عبادت کا جو انھیں معاشری و مذہبی اصلاح کی غرض سے دیگئی تھی، بیجا استعمال

کیا اور اس سے مخالفانہ کارروائیوں اور فرقہ وارانہ منافرت پیدا کرنے میں کام لے رہے ہیں۔ گزشتہ کئی مہینوں سے مقامی دھرم پرچارکوں نے یہ روش اختیار کر رکھی ہے کہ ہندو عورتوں پر مسلمانوں کے مبینہ حملوں اور خصوصیت کے ساتھ گزشتہ اپریل کے فرقہ وارانہ فساد بلدہ کے متعلق ایسے واقعات کا ذکر کر کے اپنے سامعین کو اس قسم کی دراز دستیوں سے اپنی عورتوں کی ناموس کی حفاظت کرنے کیلئے متحد اور مسلح ہو جانیکی اپیل کرتے ہیں۔ حالانکہ اسکے برخلاف حقیقت حال یہ ہے کہ اپریل کے فرقہ وارانہ فساد میں کسی نے ایک بھی ہندو عورت کو ہاتھ نہیں لگایا اور اسطرح کے بالقصد حملہ کی حکومت کو ایک بھی اطلاع نہیں ملی۔ فرقہ وارانہ منافرت پیدا کرنیکی یہ کوشش جسطرح صداقت سے خالی ہونیکی وجہ سے حد درجہ قابل نفرت ہے اسیطرح مختلف فرقوں کے تعلقات کے حق میں سخت خطرناک ہے۔ اپنے مندروں کے اندر آریا سماجی مقرروں نے سینکڑوں جلسوں میں دوسرے مذاہب اور خاص طور پر مذہب اسلام کے خلاف حملے کرتے ہوئے انتہائی اشتعال انگیز الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہی حال ان کا حکومت کے ساتھ بھی ہے۔ وہ ہمیشہ حکومت حیدرآباد کے ہر فعل پر عادتاً اعتراض کرتے اور اس کو غلط طریقے پر پیش کرتے ہیں۔ ان کے مقررین اور مبلغین نے گاؤں گاؤں کا دورہ کر کے حکومت یا مسلمانوں کیطرف سے ہندوؤں پر مظالم کی جھوٹی افواہیں پھیلائیں اور رعایا کے فرقہ وارانہ جذبات کو ابھارا ہے۔ اپنے سامعین کو بغاوت کرنے، مسلمانوں سے لڑنے، ان کو مار ڈالنے اور ملک سے نکال دینے پر ابھارا گیا ہے کیونکہ ملک ہندوؤں کا ہے نہ کہ مسلمانوں کا۔ بعض مقامات پر تو ان لوگوں نے یہاں تک زیادتی کی کہ رعایا کو مالگذاری ادا کرنے اور سرکاری عہدہ داروں اور مسلمانوں کا بائیکاٹ کرنے پر بھی اکسایا۔ حکومت کے ہر کام اور ہر ارادہ کو قصداً غلط طریقہ پر پیش کیا جاتا ہے تاکہ اسکے ذریعہ یہ ظاہر کیا جائے کہ وہ اور عام طور پر ہندو فرقہ "مظلوم" ہے۔ اس قسم کے بیانات شائع کئے گئے کہ ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا جاتا ہے اور یہ کہ خود حکومت کے اشارے سے ایسا کیا جا رہا ہے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ جب کبھی دو اشخاص میں کوئی خانگی جھگڑا ہو گیا تو فوراً آریا سماجیوں نے اس کو فرقہ وارانہ رنگ دے کر پیش کیا تاکہ ہندو اور مسلمان فرقوں میں منافرت پیدا کی جائے۔ ان سب پر مستزاد یہ ہے کہ مسلسل اس قسم کے اخبار، رسالے اور پمفلیٹ تقسیم کئے گئے جنمیں دوسرے مذاہب کے پیروؤں اور حکومت کے خلاف سخت ترین حملے کئے گئے ہیں۔ اس تمام تحریری اور تقریری پروپاگنڈے کے علاوہ آریا سماجیوں کیطرف سے چند خاص قسم کی خلاف قانون حرکات کا اقدام عام ہو گیا ہے مثلاً مقامی حکام کے احکام کے خلاف جو امن عامہ کے مفاد کے تحت دیئے جاتے ہیں، جلوس نکالنا، جلوسیوں کا مہلک ہتھیاروں سے مسلح ہو کر نکلنا، دل آزار نعرے لگانا، اشتعال انگیز گیت گانا اور گنجان آبادی کے محلوں میں بندوقیں سر کرنا۔

یہہ تمام سرگرمیاں جو اس وقت حیدرآباد میں جاری ہیں، ریاست کے امن عامہ اور منظم حکومت کیلئے سخت خطرناک ثابت ہو رہی ہیں۔ اور اب یہہ سوال درپیش ہے کہ حکومت کس حد تک الگ رکھ کر ان حرکات کو روا رکھ سکتی ہے ... ... تنبیہہ فنا دیب کی سخت تدابیر اختیار کرنے سے پہلے حکومت مناسب خیال کرتی ہے کہ پبلک کو بھی اس راز سے باخبر کیا جائے اور مذہب کی آڑ میں جو حرکات کیجا رہی ہیں ان کو کسی قدر بے نقاب کیا جائے حکومت ہمیشہ سے اس کیلئے آمادہ رہی ہے اور اس کو اپنا فرض سمجھتی ہے کہ اگر فی الحقیقت کسی فرقہ کو کوئی مذہبی شکایات ہیں اور وہ حکومت کے آگے پیش کیجائیں تو حکومت پوری انکی تحقیقات کرے اور جہاں تک ممکن ہو ان کا انسداد کرے حکومت کو اس کا یقین ہے کہ آریا سماج تحریک جسطرح کہ وہ یہاں جاری ہے، اسکے چند اصلی ارادوں اور چالوں کے بے نقاب ہو جانیسے ذمہ دار رائے عامہ کا لازماً جو صحت پرور اخلاقی دباؤ پڑے گا وہ صرف ریاست اور رعایا کے حق میں بلکہ خود آریا سماج تحریک کے حق میں بالآخر مفید ثابت ہوگا۔

پنڈت منگل دیو کا یہہ کہنا کہ عیسائیوں نے انجیل کو ماننا چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہ دروغ بیانیوں سے بھری ہوئی ہے، پنڈت چندر بھانو کا یہہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ناممکن ہے اور ایک غیر شادی شدہ انگریز لڑکی کا حوالہ دینا جس نے ناجائز بچّہ کی پیدائش پر اپنے کردار کی صفائی کیلئے یہہ کہا تھا کہ اس کا معاملہ بالکل حضرت مریم کے جیسا ہے، اسی مقرر کا عمومیت کے ساتھ یہہ کہنا کہ "عورتوں" اور "لسبکٹوں" کے ذریعہ لوگوں کو عیسائی بنایا جاتا ہے اور یہہ کہ گو حضرت عیسیٰ امن کے بادشاہ بتائے جاتے ہیں لیکن مقدس انجیل نے بہت سے لوگوں پر بدبختی اور لعنت کی بوچھار کی ہے سوامی چید انند دہلوی کا یہہ بیان کہ مسلمانوں کے پیغمبر کے والد ایک ہندو قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے سومن لال کا یہہ کہنا کہ مشہور عالم بھگوت گیتا ایک غلیظ کتاب ہے اور سری کرشن جی بدمعاش اور چور تھے اور یہہ کہ جو شخص دوسرے لوگوں کی بیویوں سے ناجائز تعلقات رکھے وہ شاید ہی خدا کا اوتار کہلانے کا مستحق ہے، یہہ اور ان کے علاوہ مضمونوں میں جو بیانات پیش کئے گئے ہیں، ان سے آریا سماجیوں اور ریاست کے رہنے والے دوسرے فرقوں میں خوشگوار تعلقات کا قائم رہنا بہت مشکل امر ہے۔ آریا سماجیوں کیطرف سے جس قسم کی کتابیں اور رسالے مرتب کرا کے تقسیم کئے جاتے ہیں وہ بھی اسیطرح قابل اعتراض اور اشتعال انگیز ہوتے ہیں۔ ذیل میں صرف چند کتابوں کے نام درج کئے جاتے ہیں جس سے ایک حد تک اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کتابوں میں کس قسم کی چیزیں پیش کی گئی ہیں۔ گزشتہ چند سال میں حکومت کو اس قسم کی چالیس سے زیادہ کتابیں ممنوع الداخلہ قرار دینی پڑیں۔

۱۔ اسلامی گیتیں
۲۔ قرآن قابل اعتبار نہیں
۳۔ شیطان اور اللہ میاں کی جھڑپ
۴۔ مسلمان مذہب کی پڑتال
۵۔ کہاں قرآن اور کہاں ایشور گیان
۶۔ قرآن میں وید کی تجلی

آریا سماجیوں کے غیظ و غضب اور مذہبی جنون سے سناتن دھرمی بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ پنڈت کالورام کے خلاف دل آزار حملے، پنڈت راج نارائن ارمان کی تقریر کے موقع پر جلسہ میں شر و فساد برپا کرنا، مہاراج گنج کے مارواڑیوں کے ساتھ جھگڑے اور حیدرآباد کے متعدد محلّوں اور بستیوں کے ہندو مسلمان باشندوں کیطرف سے صدر اعظم بہادر کی خدمت میں ایسی درخواستوں کا پیش ہونا کہ آریا سماجی ریاست کی صدیوں کی ہم آہنگی میں انتشار پیدا کر رہے ہیں، یہ چند مثالیں ہیں جو مشتے نمونہ از خروارے پیش کی گئی ہیں۔

یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ جب مسٹر گھنشیام سنگھ گپتا جو مجلس مقننہ صوبہ متوسط و برار کے صدر اور آریا سماج کے لیڈروں میں ہیں، ریاست حیدرآباد آئے تو صدر اعظم بہادر نے ان کو ملاقات کا موقع عطا فرمایا۔ مسٹر گپتا نے دوران ملاقات میں چند مبینہ شکایات کا ذکر کیا اور یہ کہا کہ دیگر شکایات مسٹر ونائک راؤ پیش کرینگے۔ مسٹر گپتا نے یہ خواہش کی تھی کہ مسٹر ہالنس صدر ناظم کو توالی اضلاع کے ذریعے ان کی تحقیقات کرائی جائے تو وہ تحقیقات کے نتائج سے بالکل مطمئن ہو جائینگے۔ مسٹر گپتا نے جو شکایات بیان کی تھیں، عہدہ دار مذکور کے ذریعے ان کی تحقیقات کرائی گئی اور اس کے نتائج مسٹر گپتا کو ارسال کر دیئے گئے۔ باوجود یاد دہانی کے مسٹر ونائک راؤ نے اس وقت تک باقی دیگر شکایات سے حکومت کو مطلع نہیں کیا اور حکومت کیطرف سے جو موقع دیا گیا اس سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ لیکن اسکے باوجود ریاست کے خلاف جھوٹے پروپاگنڈے کا سلسلہ کم نہیں ہوا۔ حکومت کو یقین ہے کہ رعایا کے جملہ فرقوں اور طبقوں کیطرح آریا سماجیوں کیلئے شکایات کی تحقیقات اور انسداد کا دروازہ کھلا ہونے کے باوجود اس قسم کا پروپاگنڈا محض شر و فساد کی غرض سے کیا جا رہا ہے۔

آئندہ صفحات میں آریا سماجیوں کے ان بیانات سے چند مخصوص اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جو اخبارات میں شائع کئے گئے ہیں یا مندروں وغیرہ میں پلاٹ فارم سے ظاہر کئے گئے ہیں۔

آریا سارو دیشک سبھا دہلی نے اپنی قرار داد میں جو (۱۴) مطالبات پیش کئے ہیں ان کی نسبت بھی ایک نوٹ شریک ہے۔ خود ان مطالبات سے ظاہر ہو جائے گا کہ اس انجمن کی نوعیت کس قدر سیاسی اور فرقہ وارانہ ہے نہ کہ مذہبی۔ علاوہ بریں مسٹر ساورکر کا ایک خط جو مسٹر گپتا کا موسومہ ہے اور حال ہی میں اخبارات میں شائع ہوا ہے وہ بھی بطور ضمیمہ شریک کیا جاتا ہے تاکہ مخالف ریاست تحریکات کے تحت جو نفسیات کارفرما ہے وہ منظر عام پر آجائے ایک جداگانہ ضمیمہ میں صوبہ جات سے شائع ہونے والے آریا سماجی اخبارات کے داخلہ کی حالیہ ممانعت کی کیفیت اور اس فیصلہ کے اسباب بھی بتائے گئے ہیں جو صرف چند مخصوص اخبارات کو داخلی اجازت دیکر ممنوعہ اخبارات کے بدل کے طور پر شائع ہونے والے اور اسطرح ان تمام اخبارات کو جو اصل کے ممنوع ہوتے ہی بہ طور بدل وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں روکنے کیلئے اختیار کرنا پڑا۔ بیانات کے انتخاب میں سرکار عالی نے بعض بدترین قسم کے نمونے پیش کرنے سے قصداً احتراز کیا ہے جن میں بعض اسقدر رکیک ہیں کہ کسی سرکاری اشاعت میں ان کو نقل نہیں کیا جا سکتا سبھا و آریا سماجیوں کے خلاف ساری ریاست میں مخالفت کے جذبات بھڑک اٹھے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ آریا سماجیوں کی طرف سے دیگر مذاہب اور فرقوں کی جو مسلسل دل آزاری کیجارہی ہے اور جس سے خود ہندو فرقہ کے بعض ذی اثر طبقے بھی متاثر ہو رہے ہیں جیسا کہ حال میں لاہور اور اودگیر میں مشاہدہ کیا گیا، اسکی بدولت ممالک محروسہ سرکار عالی کے مختلف حصوں میں جہاں کہیں آریا سماج تحریک جاری ہے، امن عامہ میں خلل اندازی واقع ہو رہی ہے اور فرقہ وارانہ کشیدگی بڑھ رہی ہے اور مختلف فرقوں میں جنمیں خود ہندو فرقے کے چند ذی اثر طبقات بھی شامل ہیں، سرکار عالی سے مداخلت کی درخواست کی ہے۔

پہلا ضمیمہ

آریا سماجیوں کی تقریروں اور اپدیشوں کے انتخابات

ہندو وا اٹھو اور حیدرآباد کو جراثیم سے ہلا ڈالو ..... (آریا ویر، ۲ فروری ۱۹۳۸ء بزیر عنوان پرتاپ سکسینہ)

مسلمان ہندو عورتوں کو چھیڑتے اور ستاتے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا نام و نشان نہیں رہنا چاہیئے۔ ہم عنقریب مسلمانوں کو مار ڈالنے والے ہیں۔ ہندوؤں کو بھی چاہیئے کہ مسلمانوں کی عورتوں کو چھیڑیں اور ستائیں۔ ریاست نظام کو ہندوستان میں باقی نہیں رہنا چاہیئے۔ ہندوستان میں ہندو راج ہونا چاہیئے۔ یہاں کوئی مسلمان بادشاہ نہیں رہ سکتا۔ ہم کو چاہیئے کہ چندہ جمع کریں، متحد ہو جائیں اور مسلمانوں کے خلاف پروپاگنڈا جاری رکھیں۔ ہمیں نظام کا تخت چھ مہینے کے اندر حاصل کر لینا ہے (ملبدیو آریا سماجی دھرم پرچارک ۲۹-۳-۳۸) یہ کس قدر افسوس کی بات تھی کہ ملک تو ہندوستان کہلاتا تھا مگر مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اور ہندو ان کے غلاموں کیطرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بزدلی ہو سکتی تھی۔ ایسی غلامی سے تو موت بہتر تھی۔ (آریا سماجی مقررہ مقام اودگیر ۱۵-۴-۳۸)۔

آریا مذہب ہی صرف ایک سچا مذہب ہے۔ بہت جلد ہندو اس ملک پر حکمراں ہو جائیں گے مسلمانوں کو غلامی کی نوبت تک پہنچا دینے کیلئے صرف ہم کو آپس میں متحد ہو جانے کی ضرورت ہے۔ جب سماج کو کامیابی حاصل ہو گی تو کسیطرح کی مالگزاری ادا کرنی نہ ہو گی۔ حاضرین کو کوتوالی سے نہیں ڈرنا چاہیئے کیونکہ سر برآوردہ وکلا ان کے مقدمات کی پیروی کرنے کیلئے تیار ہیں (آریا سماجی مقررہ مقام نظام آباد ۶-۸-۳۸)

پرانی اور قرانی دونوں یکساں طور پر دروغ بافی کرتے ہیں ..... دونوں گپیں لگانے میں ایک دوسرے پر سبقت لیجاتے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کس کی گپیں بہترین ثابت ہوتی ہیں ..... اگر حضرت محمدؐ ایسے بڑے سائنس داں تھے تو پھر کیوں وہ عمر بھر اس جھوٹی بات کو بطور عقیدہ مانتے تھے کہ آسمان کسی سہارے پر قائم ہے۔ ان کا اس خیال کو ماننا کہ حوّا حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئی تھیں لیکن بعد کو ان کی بیوی بن گئیں، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمدؐ بہت بڑے سائنس داں تھے۔ جو کسی شخص کے جسم سے پیدا ہو وہ اسکی بیٹی ہوتی ہے اور جب اسلام کے بانی نے اپنی بیٹی سے شادی کی تو پھر مسلمان بھی ایسا کیوں نہ کریں (ویدک سندیش مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۳۸ء)

کرشن اور ان کے فلسفے نے بت پرستی کی حوصلہ افزائی کر کے ہندو فرقہ کے حق میں زہر کا کام کیا ہے۔ کرشن بدمعاش اور چور تھے۔ جو شخص دوسروں کی بیویوں سے ناجائز تعلقات رکھے وہ شاید ہی اس قابل ہے کہ خدا کا اوتار کہلائے۔

(سوہن لال آریا کمار سبھا کا جلسہ حیدرآباد)

یورپ والوں نے انجیل کو ماننا چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہ دروغ بیانیوں سے بھری ہوئی ہے۔

(پنڈت منگل دیو)

یہ ناممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے ..... عورتوں اور لکڑیوں کے ذریعے لوگوں کو عیسائی بنایا گیا ہے۔ (پنڈت چندر بھانو)

پیغمبر اسلام کے والد ایک ہندو قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ (سوامی چدانند)

کلمہ (مسلمانوں کا ضابطۂ اعتقاد) جھوٹ ہے۔ (پنڈت رامچندر دہلوی)

اردو کے مشہور شاعر حالی نے لکھا ہے کہ اسلام دریائے گنگا میں ڈبو دیا گیا۔ اسلام کی تلوار پھر چمک رہی ہے۔ دیانند کے پاس کوئی فوج نہیں ہے لیکن ان کی معقول باتوں کی وجہ سے اسلام کی تلوار ان کے پاؤں کے پاس رکھی جاتی ہے۔ جو تلوار نیلے آسمان کے نیچے چمکتی تھی وہ اب میرے گرو دیانند کے پاؤں پر رکھی ہوئی ہے۔ (آریا سماج سلطان بازار ۲۸ آذر ۱۳۴۷ف نزیندر پرشاد سکسینہ)

رامانوامی نے چند اشعار پڑھ کر سنائے جن میں مسلمانوں کے مقدس مقامات مثلاً مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے ادب و احترام کو سخت ترین الفاظ میں مطعون کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنا بوریا بستر لپیٹ کر ان مقامات کو چلے جائیں۔

مسلمانوں سے کہنا چاہیے کہ اپنے وطن عرب کو واپس ہو جائیں اور وہاں جا کر ریت پھانکیں۔

(گلبرگہ ۴-۲-۳۸)

ایک دن ہندو مت شیر کی طرح اٹھے گا اور دوسرے تمام مذاہب کو ہضم کر جائے گا۔

(سوامی چدانند)

"ہم دیانند کے سپاہی ہیں
ہم ان کا کام پورا کریں گے
ہم تمام مذاہب کو مٹا دیں گے

اور اس مقصد کیلئے ہم موت کا مقابلہ کریں گے۔"

ہندوؤں کو چاہیئے کہ اپنے دشمن (مسلمانوں) کو کچل ڈالیں اور ان کو کبھی معاف نہ کریں۔ انھیں چاہیئے کہ مسلمان پھل بیچنے والوں کا بائیکاٹ کریں اور اگر ضرورت ہو تو اپنی الگ پھل کی دوکانیں قائم کرلیں۔ (آریا سماج سلطان بازار ۲۴ فروری ۱۹۴۷ء نریندر پرشاد سکسینہ)

آریوں کو چاہیئے کہ ہندوستان میں ایک بھی مسلمان باقی نہ رکھیں۔ (آریا سماج دھول پیٹھ ۵ اردی بہشت ۱۹۴۷ء سیتا دیوجی)

ہندوؤں کو چاہیئے کہ تیار ہو جائیں اور چندہ جمع کریں۔ لڑکوں کو مسلح کرنا چاہیئے۔ وقت قریب ہے کہ انھیں اکھاڑہ میں اترنا پڑے۔ انھیں مسلمانوں سے بدلہ لینا چاہیئے۔ مسلمانوں کو مار کر نکال دینا چاہیئے۔ مسلمانوں کو یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ (شنکر ریڈی آریا سماجی مقرر ۷-۴-۳۸)

لوگوں کو چاہیئے کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے مسلح ہو جائیں۔ جب کبھی سارودلیشک سبھا مطالبہ کرے تو انھیں ستیاگرہ کرنے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ جو لوگ ستیاگرہ میں حصّہ لینے سے انکار کرینگے وہ ایسے لوگ ہوں گے جو یہ چاہتے ہیں کہ غنڈوں کے ہاتھوں انکی عورتیں چھیڑی جائیں اور جو غلامی میں رہنا پسند کرتے ہیں (آریا سماجی مقرر حیدرآباد ۵-۷-۳۸)

حاضرین کو چاہیئے کہ پستولوں اور تلواروں سے تیار ہو جائیں کیونکہ ایک دن اسکی ضرورت پیش آنے والی ہے۔ (پرلی ۱۰-۱۲-۳۷)

ہندو اپنے دشمنوں کی حکومت میں بے کس و مجبور رہے ہیں لیکن وہ بہت جلد آزاد ہو جائینگے اور مسلمانوں کی حکومت ختم ہو جائیگی۔ مسلمانوں کے غرور کا سر نیچا ہو چکا ہے اور جو کچھ باقی ہے وہ بھی بہت جلد ختم ہو جائے گا۔ حاضرین کو مسلمانوں سے ہرگز نہیں ڈرنا چاہیئے بلکہ ہمیشہ ان سے جھگڑا اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ (پرلی ۳۱-۱۲-۳۷)

اگر کوئی مسلمان کسی ہندو کو ستائے تو ان سب کو ہندو کی مدد کرنی چاہیئے اور مسلمانوں کو کچل ڈالنا چاہیئے کیونکہ حکومت ہندوؤں کی ہو جائے گی۔ ان سب کو چاہیئے کہ لاٹھیاں، غلیلیں اور تلواریں وغیرہ جمع کریں اور اپنے بچوں کو تلوار چلانا سکھائیں۔ باہر کے آریا سماجی ان کی مدد کریں گے۔ جملہ جاتراؤں اور تہواروں کے موقع پر انھیں مسلح رہنا چاہیئے اور جو مسلمان انھیں ستائے اس کو مار ڈالنا چاہیئے۔ (پرلی ۱۴-۴-۳۸)

مسلمانوں نے گوشت بھوننے کیلئے کتب خانے تباہ کر ڈالے ہیں (پنڈت منگل دیو)

ہندو تو رنگین پانی سے ہولی کھیلتے تھے لیکن مسلمان چاہتے تھے کہ ہندوؤں کے خون سے ہولی کھیلیں مسلمانوں کو چاہیئے کہ عربستان جائیں اور وہاں جاکر اسطرح کی ہولی کھیلیں (آریا سماجی مقرر بمقام گلبرگہ ۷-۴-۳۸)

مذہب کے نام سے عورتوں کی عصمت دری کی گئی خصوصاً اس ریاست حیدرآباد میں.....

.....ان لوگوں نے جبراً تلوار کے ذریعے مذہب پھیلایا جو یہ فخر کرتے تھے کہ حکومت ان کی ہے اور ان کی تلوار طاقت ور ہے اور اس لئے اسلام قبول کرنا ہی پڑے گا (ایک آریا سماجی مقرر ساکن دہلی بمقام حیدرآباد بتاریخ ۲۵-۳-۳۸)

سوامی سوآتمترانند نے کہا کہ وہ حیدرآباد میں صرف اس لئے ستیاگرہ نہیں کر رہے ہیں کہ وہاں کا بادشاہ مسلمان ہے..... (ذوی پریس جرنل ۲-۱۲-۳۸)

ضمیمہ

آریا سماجی اخباروں میں آریا سماجیوں کے مضامین سے چند انتخابات

مسلمانوں کی تاریخ ان کی آمد سے لے کر موجودہ زمانہ تک ہندوؤں کے خون سے رنگین ہے مسلمانوں کی یہ عادت اور عمل ان کی مذہبی تعلیم کے مطابق ہے۔ انھوں نے کوئی عجیب وغریب بات نہیں کی ہے۔ ان کا مذہب تلوار کے ذریعے اور طاقت کے استعمال سے پھیلایا گیا ہے۔ ایسے مذہب کے پیرووں سے جو عدم تشدد کے تصور ہی سے ناآشنا ہوں اور جن کا مذہب جہاد جیسا وحشیانہ اور ظالمانہ کام ان پر بطور فرض کے عائد کرتا ہے ان سے اسی قسم کے مظالم کی توقع کیجا سکتی ہے ..... اسلام کا بھڑکتا ہوا شعلہ ملک عرب سے اٹھا اور جو ملک اسکے راستہ آیا اس کو برباد کر ڈالا۔ ایران، ترکستان، افغانستان وغیرہ جیسے ممالک اس کے تشدد اور ظلم سے گھبرا کر اسلام کے گڑھے میں گر پڑے اور اس طرح اپنے آپ کو تباہ کر لیا۔ آج یہ ملک سب مسلمانوں کے ہیں۔ اسلام کو ہندوستان میں جیسی ناکامی اور مایوسی سے سابقہ پڑا، اسکی مثال کہیں اور نہیں ملے گی جب مسلمان ان ممالک کو جو ان کے راستہ تھے حاصل کر کے ہندوستان میں داخل ہوئے تو ہمالیہ گنگا اور جمنا کے سارے وسیع علاقہ نے ان کو بالکل غرقاب کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود انتہائی مظالم اور تلوار چلانے کے وہ صرف (۷) کروڑ ہندوؤں کا مذہب بدل سکے۔ مسلمانوں نے ہندوستان پر (۷۰۰) سال حکومت کی اور اس زمانہ میں انھوں نے ہندوستان میں اپنا مذہب پھیلانے کے سلسلہ میں لاکھوں ہندوؤں کو موت کے گھاٹ اتارا (ویدک سندیش مورخہ ۲ر جنوری ۱۹۳۸ء ایک آریا نوجوان) ..... اور جو قومیں ہمیں پاؤں تلے روندنا چاہتی ہیں ہمارے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنا باعث فخر سمجھیں گی (ساوات بمبئی ۱۳ر فروری ۱۹۳۸ء)

ہمارے سیکڑوں یتیم اور بیوائیں لالچ اور دوسرے شیطانی تشدد کے ذریعے ہم سے جدا کر لی جاتی ہیں اور مسلمان اور عیسائی دونوں دن رات اپنی تلواروں سے ہماری جڑوں پر ضربیں لگا رہے ہیں۔ ہماری عورتوں کی عصمت دری کی جاتی ہے ..... کیا تم جانتے نہ درگ کا واقعہ بھول گئے۔ مسلمانوں نے ایک مکیت سے تین یا چار دوشیزہ لڑکیوں کو پکڑ لیا اور انکی عصمت دری کی۔ وہ لڑکیاں بہت چیخیں اور

چلائیں مگر کسی نے توجہ نہیں کی۔ ہزاروں ہندوؤں نے بلکہ ان لڑکیوں کے والدین نے خاموشی کے ساتھ اس ظلم کو دیکھا اور کسی نے اتنی ہمت نہیں کی کہ ان کی گوشمالی ہی کی جائے۔ (ویدک ندیش ۲۰ فروری ۱۹۳۸ء)

مسلمانوں کی تاریخ ایسے بہادرانہ کارناموں سے معمور ہے جیسے ویدپرکاش اور لیکھرام وغیرہ کا قتل ..... وہ اکیلے اشخاص کو قتل کر کے فرار ہو جاتے ہیں اور بہادر کہلانے کی امید بھی کرتے ہیں۔ کیا (مسلمانوں) تمھاری بہادری ویدپرکاش کے قتل کے دن مکہ کو حج کرنے گئی تھی؟ یہ بہت ممکن ہے کہ یہ ظالم اپنے راجے کے ایماہی سے ایسا کر رہے ہیں۔ (ویدک ندیش ۲۳ جنوری ۱۹۳۸ء)

اگر ریاست نظام کے آریا سماجی پٹنے کے بعد چیختے چلاتے ہیں تو ان کے شور و فریاد کو قانون شکنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انھیں درد و تکلیف کی شدت کے وقت بھی آہ و فغاں کی اجازت نہیں ہے۔ اگر وہ تیز آلات حرب کے زخم کھا کر کرب و اضطراب ظاہر کریں یا آہ و فغاں بلند کریں تو انھیں قانون کے شکنجے میں پھانس لیا جاتا ہے ..... سرکاری عہدہ دار محافظ نہیں بلکہ قاتل ہیں اور نمک حرامی کر رہے ہیں۔

گزشتہ پچیس سال کے عرصہ میں باشندگان حیدرآباد کی خودداری کو کچل ڈالنے کیلئے اس طرح کی سرگرمانہ جد و جہد کیگئی ہے کہ اس امر کو ثابت کرنے کے لئے سینکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ سوسائٹی کسی قسم کی مدافعت یا مکافات کیلئے تیار نہیں خواہ کسی کی بیوی ہی کو اڑا لیا جائے، مکان جلا ڈالا جائے یا بتوں کو چکنا چور کر دیا جائے (دی رن دن دبھی پونہ ۶۔ ۱۰۔ ۳۸)

شاہی فرامین کا قوت گھر سیاہ کارانہ خواہشات اور داغدار جذبات کا ایک بڑا خزانہ ہو گیا ہے۔ اس قوت گھر سے وہ برق پیدا ہوتی ہے جو ہندوؤں کی تہذیب، تمدن اور حقوق کو جلا ڈالے گی اور مسلمانوں کی آبادی کو اکثریت رکھنے والا فرقہ بنا دیگی۔ اس پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کیلئے کوئی سازش نہیں چھوڑی گئی۔ بنا بت ظالمانہ طریقہ پر انصاف کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور غلطی کو چھپانے کیلئے بہت سی سکیمیں اختیار کیجاتی ہیں۔ جو چیز سب سے زیادہ ریاست کے قصور اور بدنظمی کو ثابت کرتی ہے وہ اخبارات کی بندش ہے۔ ریاست کے جرائم ظاہر ہو چکے ہیں اور اب ان کو چھپانے کیلئے ریاست نے ایک اور سب سے بڑا جرم یہ کیا کہ اخباروں کا داخلہ بند کر دیا۔ ریاست اپنے عہدہ داروں کے سیاہ کارناموں کے واقعات سننا نہیں چاہتی کیونکہ ریاست کا نظم و نسق ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ جو اسکو پاکستان بنانے کا خواب دیکھ رہے ہیں (ویدک پتاکا ۱۱۔ ۹۔ ۱۹۳۸ء)

نظام سرکار! آریا سماج کے راستہ میں رکاوٹیں ڈال کر آریوں پر اتیاچار کر کے دن دہاڑے

تیرے دیکھتے، تیرے آفسروں کی شہ یا سازش سے آریا ویروں کے بلیدانوں (قربانی) سے تیری جوایں مضبوط نہیں بلکہ کھوکھلی ہی ہوں گی.....

.....آریہ انتظام گورنمنٹ کو بتا دو کہ سارے بھارت ورش کے آریا ریاست حیدرآباد کے آریوں کے ساتھ ہیں، سینکڑوں نوجوان آریا ویر میدان میں نکلیں، اور ریاست میں جاکر شہر شہر اور گاؤں گاؤں میں ویدک دھرم کا نکھناد گونجا دیں، دھن (روپیہ) سے سہائتا (مدد) کی ضرورت پڑے تو فوراً پوری کر دی جائے یہ موقع آریا سماج پرکشیا (آزمائش) کا ہے۔ آریا ماتر کا کرتویہ (فرض) ہے کہ ریاست حیدرآباد میں آریا سماج کے گورو (عزت) کی رکھشا (حفاظت) کیلئے اور ان اتیاچاروں (مظالم) کو بند کرانے کیلئے کٹی بدھ (تیار) ہو جاوے اور بتا دے کہ ان اتیاچاروں اور بلیدانوں سے آریا سماج ریاست حیدرآباد میں کچلا نہیں جائے گا بلکہ پھلے گا اور پھولے گا (جھنڈا، بمبئی ۲۲ جولائی ۳۸ء)

یہاں کوئی ہندو اپنی رکھشا کیلئے پرتین (کوشش) تک کرتا ہے۔ تو اس کے اوپر پولیس کے اتیاچاروں کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں نظام آباد کے کچھ پرتشٹھت آریا پرشوں (ممتاز آریوں) کو بنا ارادہ (بے قصور) کے پولیس نے پکڑ لیا۔ اور ان کے مکھ (منھ) میں مانس تتھا موتر (گوشت اور پیشاب) ڈالا گیا۔ (جھنڈا، بمبئی ۲۸ جولائی ۱۹۳۸ء)

ہاں یہی آریا ویر ہیں جو نظام کے اتیاچار کی بلی دیدی (قربان گاہ) پر قربان ہو کر ہندو جاتی کو غلام مسلمانوں کی غلامی سے نجات دلائیں گے.....

اے آریا ویرو! دیانند کے نام کی کفنی اپنے جسم پر پہن لو اور یاترا (سفر) کیلئے کوچ کرو۔ نیز دنیا کو دکھا دو کہ آریا لوگ دنیا میں گیدڑوں کیطرح سو سال زندہ رہنے کے بجائے شیر کی مانند ایک دن زندہ رہنا اچھا سمجھتے ہیں۔ (جھنڈا بمبئی۔ ۳۱ جولائی ۱۹۳۸ء)

اخبار "ہندو اوٹ لک" نئی دہلی مورخہ ۳۰ر نومبر ۱۹۳۸ء کا اقتباس

حیدرآباد کی ستیاگرہ

از شری بھائی پرمانند

..... حیدرآباد میں ہندوؤں کی مصیبتوں کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ ریاست کے اندر نہ کوئی نیا مندر بنایا جاسکتا ہے نہ کسی پرانے مندر کی مرمت ہی کیجاسکتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حکومت ہندوؤں کی ہر قسم کی مذہبی زندگی کو مٹا دینا چاہتی ہے .....

آریا سماجیوں کو اپنے گھروں کے اندر بھی ہون کنڈ بنانے اور اپنی پوجا پاٹ کرنے کی اجازت نہیں۔ ریاست کی اس پالیسی نے مسلمان آبادی میں آریا سماجیوں کے خلاف دشمنی اور عداوت کے شدید جذبات پیدا کر دیئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گزشتہ سال مذہبی جوش کے دیوانے مسلمان مجمعوں نے تین نوجوان آریا سماجیوں کو نہایت بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔ قتل کرنے سے پہلے ان تینوں سے صاف طور پر یہ کہدیا گیا کہ انھوں نے سماج کے لئے جو کام کئے ہیں یہ ان کا بدلہ ہے۔ انھیں موت یا اسلام دونوں میں سے کسی ایک کو قبول کرنے کیلئے کہا گیا اور انھوں نے پہلی چیز کو پسند کیا.....

حیدرآباد کے آریا سماجیوں نے متعدد مرتبہ دہلی کی مین اقوامی آرین لیگ کو توجہ دلائی ہے کہ مذہبی حقوق کی حفاظت کیلئے تدبیریں اختیار کیجائیں۔ اس پر اب لیگ نے حیدرآباد کی سرحد کے بالکل قریب شولاپور میں آریا کانفرنس طلب کی ہے جس کے اجلاس ۲۴ر ۲۵ر اور ۲۶ر دسمبر کو ہوں گے نارائن سوامی کئی روز سے وہاں ٹھہرے ہوئے کانفرنس کے تمام انتظامات کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اگر اس کانفرنس میں آریا سماجیوں نے متحدہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنے مذہبی حقوق حاصل کرنے کیلئے ستیاگرہ شروع کریں تو پھر آریا سماج اور حیدرآباد کے مابین جنگ کی حالت پیدا ہو جائیگی۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ایسا ہی فیصلہ کیا جائے گا۔

"ہندو آؤٹ لک" مورخہ ۳۰ر نومبر ۱۹۳۸ء کا اقتباس

ریاستِ نظام میں ہندوؤں کی تحریک سیول نافرمانی

اس کے اسباب کا خلاصہ

از بیرسٹر ویرودی۔ ڈی۔ ساور کر صدر ہندو مہاسبھا

ریاست نظام میں برسوں سے ہندوؤں کے ساتھ انتہائی متعصبانہ اور وحشیانہ سلوک اس مقررہ پالیسی کے تحت روا رکھا گیا کہ بہ حیثیت ایک مذہبی، تمدنی اور سیاسی وحدت کے ان کو مٹا دیا جائے اور ریاست کو ایک بالکل اسلامی ریاست بنا دیا جائے، یہ بات اس قدر روز روشن کیطرح مشہور ہے کہ اس کے لئے کوئی مزید ثبوت فراہم کرنا سورج کی روشنی میں چراغ دکھانا ہوگا۔

---

(۱)۔ ہندوؤں کے ساتھ بدسلوکی کیطرف خصوصیت سے توجہ دلانے اور پوری طرح اسکی مخالفت کرنے میں اولیت کا سہرہ ریاست مذکور کے آریا سماجیوں کے سر ہے۔ سیکڑوں آریا سماجی جیل جا چکے ہیں مسلمان غنڈوں اور مسلمان پولیس کے ہاتھوں سخت اذیت اور تکلیف اٹھا چکے ہیں۔ صرف اس ایک سال کے عرصہ میں مسلمان مجمعوں نے بارہ آریا سماجیوں کو نہایت بے رحمی سے مار ڈالا اور لطف یہ کہ مسلمان قاتلی ہر طرح آزاد ہیں۔

---

(۲) اس اثنا میں برابر ہر روز مسلمانوں سے ہنگامہ کرنے، حملہ کرنے، ہندوؤں کے بازار لوٹنے، ہندو لیڈروں کو قتل کرنے، ہندو عورتوں کی بے حرمتی، اغوا اور عصمت دری کرنے اور سینکڑوں ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنانے کی اطلاعیں ملتی رہی ہیں۔ اسلامی ریاست کے اندر ان مظلوم ہندوؤں کی آہ و فریاد سے ساری فضا گونج اٹھی ہے۔

۴۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ان چند سال کے عرصہ میں باوجود اس کے کہ سارے ہندوستان کی پبلک میں ہندوؤں کے ساتھ اس ناقابل برداشت، وحشیانہ اور متعصبانہ تشدد سے بے چینی اور تشویش پھیلی ہوئی تھی لیکن انڈین نیشنل کانگریس نے مسلمانوں کے اس ظلم وستم کے خلاف خفیف سا احتجاج کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ ہمارے مہربان کانگریسیوں نے فلسطین کے مصیبت زدہ عربوں، حبش کے باشندوں، چیکوں اور دنیا کے ہر آدمی کی ہمدردی میں آنسو بہائے ہیں مگر ہندوؤں کے حق میں کچھ نہیں کیا۔ بھوپال یا حیدر آباد کے ہزاروں ہندوؤں کے قتل وغارت، تباہی وبربادی پر اپنی نام نہاد "قومی سیول آزادی" کے نام سے بھی ایک آنسو بہانا پسند نہیں کیا۔ .....

اب یہ کشمکش چاروں طرف بڑھتی جا رہی ہے اور شولاپور کے کل ہند آریا سماج اجتماع ناگپور کی سالانہ میقات ہندو مہا سبھا کے بعد جو آئندہ کرسمس کے ہفتہ میں منعقد ہو رہے ہیں، یقیناً یہ کشمکش ملک کے طول وعرض میں پھیل جائے گی اور سارے ہندوستان کے سنگھٹنی ایک کل ہندو محاذ پیش کرینگے اور ایک کل ہند جھنڈے کے تلے اپنے ہم مذہبوں اور اپنے ہم وطنوں کو جو ریاست کی غلامی میں پھنسے ہوئے ہیں آزادی دلانے کے لئے پیش قدمی کریں گے۔

ایسا ہی ہوگا اگر اس اثنا میں نظام دانشمندی سے کام نہ لیں اور اپنی اس آرزو سے باز نہ آئیں کہ ہندوؤں کا قلع قمع کر کے ریاست کو خالص اسلامی ریاست بنایا جائے۔ خدا کرے کہ وہ اس افسوسناک انجام سے عبرت حاصل کریں جو نہ صرف ان کے آباواجداد کو بلکہ ان سے بھی زیادہ طاقتور اور رنگ زیب کو کل ہندوستان کو مسلمان بنانے کی مہم کے سلسلہ میں پیش آیا اور مرہٹوں کی صورت میں ہندوؤں کے جذبہ انتقام کی قوتوں نے اس کو اور اس کی اسلامی سلطنت کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا۔.....

ریاکار کے عنوان سے جو مضمون رام راؤ شاستری سدھانت چاپتی کے قلم سے دیش بندھو شولاپور مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا ہے اسکے چند اقتباسات کا ترجمہ۔

پرانوں کے ماننے والے پنڈت کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور ہاتھی کیطرح انکے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور۔ سناتن دھرم سبھا کی طرف سے امرتسر میں دو اعلان جاری کئے گئے جنمیں جلی حرفوں میں یہ بتایا گیا تھا کہ جو شخص چاہے اپنے شبہات سناتنی پنڈتوں کے آگے پیش کر سکتا ہے اسکے شبہات کو تشفی بخش

طریقے پر دور کیا جائے گا۔ لیکن جب شبہات دُور کرنے کا وقت آیا تو ایک نوجوان آدمی (جو بہت زیادہ لائق پنڈت نہیں تھا) اپنے شبہات ظاہر کرنے کیلئے کھڑا ہوا۔ پنڈت جی اور ان کے ساتھی بھائی اپنا وعدہ بھول گئے جس طرح کوئی بچپن کی باتیں بھول جاتا ہے۔ انھوں نے اس کو سختی کے ساتھ یہہ کہہ کر بٹھا دیا ہے اگر تمھیں کوئی شُبہ ہو تو تقریر ختم ہونے کے بعد سوال کرو۔ اگر وہاں کوئی آریا سماجی پنڈت پہنچ جاتا تو پنڈت جی کی حالت کیا ہوتی! یہ لوگ بھی آریا سماجی پنڈتوں کیطرح شبہات رفع کرنیکی آرزو رکھتے ہیں اور اسطرح اپنے کو کامیابی کا مستحق بنانا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ محض خون لگاکر شہیدوں میں ملنا چاہتے ہیں۔ وہ بڑے پیمانہ پر اسکا اعلان کرتے ہیں کہ شبہات فتح کئے جائینگے لیکن جب ایک آریا سماجی نے اپنے شبہات بیان کئے تو شبہات رفع کرنا تو ایک طرف، وہ رشی دیانند کا مضحکہ اُڑانے لگتے ہیں اور اپنے بڑے گروؤں یعنی پرانوں کے بنانیوالوں سے بھی بازی لے جاتے ہیں۔

آریا سماج حق وصداقت کیلئے کام کرتا ہے۔ آریا سماج کا کوئی اصول عقل یا نظیر کے خلاف نہیں ہے لیکن اسمیں بیچارے پرانی پنڈتوں کا کیا قصور ہے! اگر وہ پرانوں کے منگھڑت عقائد سے انکار کرتے ہیں تو وہ اپنی روزی کھو بیٹھتے ہیں۔ اسکے ساتھ یہہ مشکل بھی ہے کہ وہ ان عقائد کو ثابت بھی نہیں کرسکتے۔ مجبوراً وہ ایسے طریقوں پر اُتر آتے ہیں۔

اے بیوقوف اگر ے ہوئے کو بے رحمی سے مار ڈالنا بہادری سے دور ہے

اس عنوان سے رام دیو شاستری کا جو مضمون ویدک نندیش شولاپور مورخہ ۲۳ رجنوری ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا ہے اسکے اقتباس کا ترجمہ

تم کبھی آریاؤں کے غیظ وغضب کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ تم نے ہمیشہ اچانک حملہ کیا اور چھپ چھپکر اکیلے اشخاص کو اپنے ظلم کا شکار بنایا۔ کیا ہم تمھارے خلاف زبردست جنگ نہیں کرسکتے؟ ہم ضرور کرسکتے ہیں اور اس طرح کرسکتے ہیں کہ دیکھتے دیکھتے تم ختم ہوجاؤ گے۔

"جب میں خاک سے بنا ہوں تو پھر خاک ہونے کا مجھے کیا غم"

اس عنوان سے "کرشنا" کے قلم سے جو مضمون ویدک نندیش کے "شہید نمبر" میں شائع ہوا ہے اس کا ایک اقتباس

ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے کے بعد سے برابر ہندو ان ذلیل اور حقیر ہتھیاروں سے مجروح ہوتے رہے ہیں۔ جب مسلمان اپنے کمزور مذہبی اصولوں کے بل پر ہندوؤں کا قلع قمع نہ کر سکے تو انھوں نے ہندوؤں کے خلاف ہر قسم کے وحشتناک مظالم شروع کر دیئے۔ انھوں نے ہندوؤں کے خون سے کنوئیں بھر دیئے۔ کم سن بچوں کو زندہ دیوار میں چنوا دیا ویدک دھرم کے پرستاروں کو زندہ جلا دیا۔ ان کے پیٹ میں چھری گھونپ دی۔ انھیں گولیوں کا نشانہ بنایا۔ ان کے سر تن سے جدا کر دیئے مگر اس مقولہ کی طرح کہ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" آریا جماعت روز بروز بڑھتی اور طاقت ور بنتی گئی۔

ہندوؤں کی بے گناہی

اس عنوان کے مضمون مندرجہ ویدک سندیش کا اقتباس مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۳۸ء

بے گناہ ہندو بھائیوں کے مذہب اور خودداری پر حملہ کرنے اور ان کی عورتوں کی عصمت دری کرنے کیلئے خاکسار جماعت کے قیام کے ذریعے روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔ اے بے گناہ ہندو — یہ حد درجہ بیوقوفی ہے کہ ان لوگوں کی تھیلیاں بھری جائیں جو تمہارا دھرم ناش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو ہر گز مالی مدد مت دو جو تمہاری ماؤں اور بہنوں کی بے عزتی کرتے ہیں۔

بدنام اگر ہوئے ہم کیا نام نہ ہوگا

مضمون عنوان بالا مندرجہ ویدک سندیش ۱۰ر جولائی ۱۹۳۸ء کا اقتباس

اسلام کی صداقت کا ڈھنڈورا پیٹنے والو اپنی آنکھیں کھولو اور تمہارے مذہب کے شیطانی اصولوں کا عریاں رقص دیکھو۔ کیا ایسے مذہب کے پیرو مہذب دنیا کے آگے اپنا سر بلند کر سکتے ہیں اسلام کی تاریخ اسطرح کے شرمناک کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔

مساوات مورخہ ۲۱ر مارچ ۱۹۳۸ء کا اقتباس

ہندوؤں کو کیا کرنا چاہیئے؟

سو سال کبری کی طرح زندہ رہنے سے شیر کی طرح ایک روز زندہ رہنا بہتر ہے.....

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ہندوؤں میں رحم کا جذبہ نسبتاً زیادہ ہونے سے صدہا مرتبہ انصاف کا خون ہوا۔ اور سنہری مواقع ہاتھ سے جاتے رہے۔ ہم کو گزشتہ غلطیوں کو دُہرانا نہیں چاہیئے۔

بدرم سلطان بود کا زمانہ گزر گیا

اگر اسلاف کا پاس ہے تو آرام سے منہ مُوڑ لو طاقت پیدا کرو۔ دنیا طاقت کی پُجاری ہے مثل مشہور ہے جسکی لاٹھی اس کی بھینس .....

مساوات ہفتہ وار مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۰ء کے مضمون کا اقتباس

ہندوؤں کے زوال کے کیا اسباب ہیں؟

جب سے ہندوؤں نے رام کرشن کو ترقی یافتہ انسان ماننے کے بجائے متنزل شدہ بھگوان یعنی اوتار مان بیٹھا تب ہی سے انھوں نے ترقی کا راستہ کھو بیٹھا علاوہ ازیں جو بھائوں کیطرح اپنے بزرگوں کی نقلیں کرنا اور مرد ہوتے ہوئے بھی عورتوں کا پارٹ ادا کرنا پھر مٹکوں (بھانڈوں) کیطرح اسٹیج پر آکر ناچنا یہ کیا ہمارے زوال کے اسباب نہیں ہیں، کاش اتنا ہی ہوتا تو بہت غنیمت تھا لیکن یوگیشور شری کرشن کو گوپیوں کے ساتھ لانچھن لگانا (بدنام کرنا) اور پھر رام لیلا و کرشن راس لیلا، معلوم اور کتنی ناش لیلائیں رچکر اپنے آپ کو پتت (گنہگار) کیا اور پھر بھی اپنے آپ کو دھرم دھوجی (مذہبی) سمجھ لیا۔

پر یہ پاٹھک گن (پیارے ناظرین) ہندوؤں کے تین (تباہی) کے کچھ کارن (اسباب) اور پرگٹ (ظاہر) کر دیتا آتی اتم (بہت مناسب) سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہیں جب سے ہندوؤں نے نام دھاری نراکشر بھٹتا جاری جیسے پوپ پجاری (مذہبی پیشوا) کے مندروں میں یا منڈے منڈے مہا جھوٹے بیراگیوں کے پاس اپنی استریوں (عورتوں) کو درشنا رتھ (بطور درشن) بھیجنے لگے اور اپنے بچوں کو مُلّاؤں اور عاملوں سے گنڈے تعویذ بندھوانے لگے۔ اور ایک طرف ان دریدہ دشت و بیحیوں (ذلیل ریاکاروں) کی مزاروں پر جاکر چادر اور کلیدہ چڑھانے لگے تو دوسری طرف علموں کے سامنے چونگا بتی، شربت دلھنی بندھانے لگے اور ہماری بھولی عورتیں ترتوں کے مُردوں سے بھی بچے مانگنے لگیں جو سویم (خود) بچوں کے لئے ترستے ہوئے قبر میں جا لیٹے۔ .....

تیسرا ضمیمہ

آریا سماجیوں کے گیتوں اور بھجنوں کے چند انتخابات

ہم محمدؐ کے پیروؤں کو ایک لات مار کر ختم کر دینگے
آریاؤں کے گھنٹے صبح کے وقت بجتے ہیں
تو دشمن "مسلمان" ہیبت زدہ ہو جاتے ہیں
بہادر آریا گاؤں میں گھومتے پھرتے ہیں
تو مسلمان سور گلی کوچوں میں چھپ جاتے ہیں
بنسی لال بہادر آریاؤں کے راجہ ہیں
وہ موٹر کار میں اِدھر اُدھر آتے جاتے ہیں

ہماری زندگی کی روشنی —— ویدپرکاش
ہماری آنکھوں کی چمک —— ویدپرکاش
مسلمان سور نے ان کو دھوکے سے مار ڈالا
دنیا نے ویدپرکاش کو سراہا ہے
جو بہادر ہوتے ہیں وہ سب لوگوں میں اپنا نام روشن کر جاتے ہیں
دھرم کا محبوب —— ویدپرکاش
بنسی لال آریاؤں کے راجہ ہیں
دھرم کے لئے ماری گئے —— ویدپرکاش

"مجھے مدینے بلالو!" یہ کیا دعا ہے؟
اے مسلمانو! مدینے میں کیا دھرا ہے؟
بھارت میں پیدا ہوئے اور یہیں پروان چڑھے
پھر تمھیں ایران و ترکی سے کیا تعلق ہے؟
اگر تم مدینے کو خدا کا گھر سمجھتے ہو
تو پھر خدا بھی ایک بُت ہے اور بے قیمت ہے
اگر تم وہاں جانے کے خواہشمند ہو
تو تمھیں ایسا کرنے سے کون روکتا ہے
اپنا بوریا بستر لپیٹ کر چل دو پوچھنے کی ضرورت نہیں

دوستو! تم کو ایک قدم آگے بڑھانا ہوگا
ہمیں عورتوں کی طرح پٹنا نہیں چاہیئے
ہمارے راستہ میں بہت سی رکاوٹیں حائل ہوں گی
تم کو تیروں، کلہاڑیوں اور گولیوں کی پروا نہیں کرنی چاہیئے
تمھارا خون دیدک سمندر میں بہایا جائے گا
جیلوں میں ہم قیدی ہنگر چیچوں میں چنے دلیں گے
لیکن ہم "پاپی" کے آگے نہیں جھکیں گے۔

اٹھو بھارت کے شیرو! زمانہ بدل گیا ہے۔
پیاری مادر وطن کو اب آزاد ہونا ہے۔
کسی کی قسمت اتنی بُری نہ ہوگی جتنی کہ ہماری ہے
ایسی ذلتیں اب سے پہلے نہ کبھی دیکھی گئیں نہ سُنی گئیں

کبھی تو ہمیں غلاموں کے باڑے میں بند کیا جاتا ہے
اور کبھی ہمارے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی جاتی ہیں
کبھی ہماری عورتیں دہکتی ہوئی آگ میں زندہ جلتی ہیں
اور کبھی بہادر پھانسی کے تختے پر جان دیتے ہیں

چوتھا ضمیمہ

بھائی پرمانند حیدرآباد کے متعلق ان کا مضمون اور صدر المہام بہادر کوتوالی اور مسٹر ونگ رائو کی مراسلت

(الف)

بھائی پرمانند کے بیان کا اقتباس جو انھوں نے ینگ انڈیا پریس کے ذریعہ شائع کرایا۔

"ہندوؤں کو گھوڑے پر بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ صرف مسلمانوں کیلئے مخصوص ہیں وہ اپنے طریقے پر خدا کی پرستش نہیں کر سکتے۔ انھیں سفید کپڑے پہننے کی اجازت نہیں وہ جزیہ ادا کرنے پر مجبور کئے جاتے ہیں۔"

(ب)

حکومت کا کمیونے

حکومت کی اس پالیسی کے مطابق کہ افراد یا پبلک کی طرف سے جو انفرادی یا عام شکایات حکومت کے علم میں لائی جائیں، ان کی بابت دریافت کیجائے، صدر اعظم بہادر نے بتاریخ ۱۰ مارچ ۱۹۳۸ء ایک ملاقات کے دوران میں جو بھائی پرمانند کی درخواست پر ان سے ہوئی، ان کے پیش کردہ تین خاص معاملات کے بارے میں تحقیق کا وعدہ فرمایا تھا اور یہ معاملات امور ذیل سے متعلق تھے۔

۱۔ نظام آباد کا واقعہ جس کے بارے میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ گرفتار شدہ اشخاص ہندو ہونیکی وجہ سے انھیں ناظم ضلع کے پاس پیش نہیں کیا گیا کیونکہ موصوف بھی ہندو تھے بلکہ تعلقدار کے اجلاس پر پیش کیا گیا اس لئے کہ

وہ مسلمان تھے۔

۲۔ ضلع بیدر میں چاکور کا ہنگامہ جس کے بارے میں موضع مالیگام کے ایک ہندو پٹیل کے بھجوائے ہوئے تار میں لکھا تھا کہ ہندو مسلم جھگڑے میں مسلمانوں نے تین ہندوؤں کو بُری طرح مار پیٹ کی تھی اور تلواریں بھی استعمال کی تھیں اور یہ کہ صورت حال مایوس کن تھی۔

۳۔ گلبرگہ کے حادثات جن کے بارے میں حیدرآباد کے ایک بیرسٹر کے نام ایک گمنام تار وصول ہوا تھا جسمیں درج تھا کہ خاکساروں نے ہزاروں ہندوؤں کو مار ڈالنے کا عہد کیا تھا اور یہ کہ وقت نہایت ہی خطرناک تھا۔ چونکہ ان واقعات کی پوری طرح دریافت کیجئے ہے تحقیقات کے نتائج سے ذریعہ ہذا اپکو مطلع کیا جاتا ہے۔

جہاں تک نظام آباد کا تعلق ہے ایک کمیونکے کے ذریعہ جو حکومت سرکار عالی کی اجازت سے جاری کیا گیا تھا، تمام واقعات کی پبلک کو اطلاع دی جاچکی ہے۔ یہاں صرف یہ بیان کر دینا کافی ہے کہ ایسے مقدمات کی سماعت کے اختیار کے بارے میں چند سال پیشتر کے نافذ شدہ احکام کے تحت اس قسم کے مقدمات کی سماعت اول یا دوم تعلقدار کو کرنی چاہیئے نہ کہ ناظم ضلع کو۔ غالباً تعزیرات کے انسدادی دفعات کے تحت ان عہدہ داران مال کو چند اختیارات دیئے گئے ہیں اور عدالت العالیہ اس امر پر زور دیتی ہے کہ یہ اختیارات ان ہی کو استعمال کرنا چاہیئے۔ لہذا اس خاص مقدمے میں جو طریق کار اختیار کیا گیا، وہ عدالت العالیہ کے مستقل احکام اور منظورہ طریق کے مطابق تھا۔ کسی خاص جج یا عہدہ دار کے متعلق جسکے پاس اس قسم کے مقدمات پیش ہوں اسکے مذہب کو معرض بحث میں لانا اس ریاست کے روایات کے مغائر ہے اور جیسا کہ سب جانتے ہیں عدالت العالیہ میں مقدمہ پیش ہونے پر ایک ہندو جج ہی اس وقت اسکی سماعت فرما رہے ہیں۔

چاکور کے بارے میں صدر ناظم کو توالی مسٹر ایس ٹی ہالس نے اپنی رپورٹ میں بتایا ہے کہ ۱۵ مارچ کو وہاں ایک معمولی ہنگامہ ہوا جس کی وجہ یہ ہے کہ ہولی کے موقع پر بعض رنگ رلیاں منانے والوں نے فحش گیت گائے تھے اور مسلمانوں پر رنگ پھینکا تھا۔ خونفس حادثہ کو بہت مبالغہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور یہ کہ کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا۔

جہاں تک گلبرگہ کا تعلق ہے صدر ناظم کو توالی نے اپنی رپورٹ میں جو واقعات بیان کئے وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۲ مارچ کو بعض ہندو رنگ رلیاں منانے والوں نے ایک تانگے پر جس میں تین مسلمان بیٹھے ہوئے

تھے رنگ پھینکا۔ ان میں سے ایک تانگے سے اُتر پڑا اور احتجاج کیا جس پر متعدد ہندوؤں نے جن میں کئی آریا سماج کے رکن تھے اُسے گھیر لیا اور اس کے برچھا بھونک دیا جس کے زخم سے وہ اسی دن مر گیا۔ اس بیان میں کوئی صداقت نہیں ہے کہ خاکسار بڑی تعداد میں جمع ہوئے اور ہندوؤں کو ڈرایا دھمکایا پس اگر گلبرگہ میں کسی فساد کا معقول اندیشہ پیدا ہو گیا تھا تو ایسے فساد کے ذمہ دار وہی ٹھہریں گے جو اشتعال اور قتل کے ذمہ دار تھے لیکن مقامی عہدہ داروں نے کامیابی کے ساتھ صورت حال کا مقابلہ کیا جیسا کہ انجمن تجار گلبرگہ کا پیام اور مختلف مفادات کے (جن میں مختلف فرقے بھی شامل ہیں) پیامات شاہد ہیں۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ گو مسلمانان گلبرگہ میں برہمی کا احساس پھیلا ہوا تھا جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی دس ہزار کے قریب اپنے ہم مذہب کے جنازے کے ساتھ تھے باوجود اس کے کوئی نقض امن نہیں ہونے پایا۔

حکومت سرکار عالی کی توجہ بھائی پرمانند کے ایک مضمون کی طرف مبذول کرائی گئی ہے جو اخبار ہندو لاہور مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ ریاست اپنے حدود کے اندر اور باہر قبول اسلام کی ترغیب پر روپیہ صرف کرتی ہے۔ واقعات کے لحاظ سے یہ بیان سراسر بے بنیاد ہے۔ ریاست میں ہر مذہب کو دوسرے مذہب کے پیروؤں کو اپنے مذہب میں لانے کی کامل آزادی حاصل ہے۔ لیکن سرکاری ملازمین کو خواہ وہ کسی مذہب کے پیرو ہوں، تاکیدی احکام کے ذریعے تبدیل مذہب کی ترغیب میں حصہ لینے سے باز رکھا گیا ہے۔ مزید براں ایک بیان میں جس سے پایا جاتا ہے کہ بھائی پرمانند نے ۲۹ مارچ کو یونائیٹڈ پریس کے نام جاری کیا تھا یہ بتایا گیا تھا کہ ریاست میں ہندوؤں کو گھوڑے کی سواری کی اجازت نہیں ہے اور صرف مسلمانوں ہی کو اسکی اجازت ہے اور یہ کہ ہندوؤں کو آزادی کے ساتھ پوجا اور پرستش کرنیکا حق حاصل نہیں ہے اور نہ انھیں کسی قسم کا سفید لباس پہننے کی اجازت ہے۔ نیز یہ کہ انھیں جزیہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہ سارے کے سارے الزامات اسقدر بے بنیاد بلکہ مضحکہ خیز ہیں کہ حکومت سرکار عالی کو اسکا یقین ہے کہ خود ریاست کی ہندو رعایا کے لاکھوں افراد ان کے سراسر جھوٹ ہونے کی علی الاعلان گواہی دیں گے۔

(ج)

اخبار ٹریبون میں بھائی پرمانند کا انکار

ٹریبون

۲-۴-۱۹۳۸ء

ہندو ریاستِ حیدرآباد میں

بھائی پرمانند ایم ایل اے نے ریاست حیدرآباد میں ہندوؤں کی حالت کے متعلق جو بیان جاری کیا تھا، اس کے سلسلے میں یہ یاد کیا جائے کہ گھوڑے پر بیٹھنے، سفید لباس پہننے اور جزیہ عائد کرنے کے متعلق جن رکاوٹوں کا ذکر کیا گیا تھا وہ شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانہ سے متعلق تھا۔ ریاست نظام کے موجودہ حالات سے ان کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہاں اس قسم کی کاوٹیں موجود ہی نہیں ہیں۔ یونائیٹڈ پریس

(د)

کمیونلے کے بارے میں "ہندو آؤٹ لک" کا خط

دی ہندو، لاہور۔ ۱۱-۴-۱۹۳۸ء

بہ ملاحظہ سر اکبر حیدری صدر اعظم حیدرآباد دکن

عالیجناب! ریاست حیدرآباد کی طرف سے حال ہی میں جو کمیونکے جاری کیا گیا ہے اور ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا نے اپنی اخباری اطلاعات میں جس کا حوالہ دیا ہے، اس کے سلسلے میں میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اخبارات میں اسکی تردید پہلے ہی شائع ہو چکی ہے چونکہ خبر رساں ایجنسی ہی کیطرف سے یہ غلطی ہوئی تھی اس لئے اس نے خود ہی اپنی سابقہ خبر کی اصلاح کر دی۔ یہ خط عالیجناب کی اطلاع کیلئے ارسال خدمت ہے۔

آپکا خیر اندیش، شرحد ستھط۔ دھرم ویر

(ھ)

بھائی پرمانند کے بیان کا اقتباس جو ہندوستان ٹائمز مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا ہے

ریاست حیدرآباد کیطرف سے جو بیان شائع ہوا ہے اسمیں میرے بیان کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ میں نے یہ کہہ کر کہ ہندوؤں کو گھوڑے پر بیٹھنے کی اجازت نہیں اور یہ کہ انھیں جزیہ ادا کرنا پڑتا ہے، حیدرآباد کے نظم و نسق کے خلاف جھوٹے الزامات عائد کئے ہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ چھاپے یا ٹاپ کرنے والے کی ایک تعجب خیز غلطی سے وہ فقرہ کسی نہ کسی طرح نظر انداز ہو گیا جسمیں یہ بتایا گیا تھا کہ ہندوؤں کی یہ شکایات مغلیہ دور حکومت سے متعلق ہیں اور جیسے ہی مجھے اسکی اطلاع ملی میں نے فوراً

یونائیٹڈ پریس کے ذریعہ اس کی اصلاح کر دی اور میں نے اس کی بھی تصدیق کر لی کہ یہ اصلاح حسبۂ اخبار ٹریبون لاہور میں بھی شائع ہو گئی ہے۔

(و)

مسٹر نی سین گپتا (یونائیٹڈ پریس آف انڈیا محدود) کی نیم سرکاری

بصیغہ راز مورخہ ۶-۸-۳۸ء موسومہ جناب معتمد صاحب امور دستوری کا اقتباس

مجھے یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ آپ کو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ بھائی پرمانند کے محولہ اخباری بیان میں جو غلط بیانیاں ہیں، وہ خبر رساں ایجنسی کی غلطی کا نتیجہ ہیں۔

ہمیں اس بیان سے اس کے سوا اور کوئی سروکار نہیں کہ ایک پٹہ خانہ کیطرح ہم نے اس کو تقسیم کرایا۔ بلاشک و شبہ ہم نے جو بیان گشت کرایا ہے وہ بالکل وہی تھا جو ہمیں بھائی پرمانند کی طرف سے وصول ہوا۔ ہماری طرف سے اسمیں کوئی تحریف نہیں کیگئی۔

(ز)

مسٹر ونائک راؤ کا خط موسومہ صدر المہام بہادر کوتوالی

جام باغ، حیدرآباد دکن۔ ۱۴-۴-۱۹۳۸ء

عالیجناب! میں جناب والا کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے شرف ملاقات سے مفتخر فرمایا اور نہایت بیش قیمت اور پدرانہ نصیحت فرمائی۔ ملاقات کے دوران میں جناب والا نے بھائی پرمانند کے ایک بیان کا ذکر فرمایا جو کسی اخبار میں شائع ہوا تھا۔ میں نے اس وقت جناب والا کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی کہ سرکار عالی کا کیونکر نے، بھائی پرمانند کے بیان کے ایک سراسر غلط ترجمے پر مبنی ہے۔ بنا بریں اب میں اس خط کے ساتھ جناب والا کے اطمینان کیلئے اخبار مذکور کا تراشا ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ اسمیں وہ اس امر سے بحث کر رہے ہیں کہ حیدرآباد میں ہندوؤں کے مطالبات کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ فرقہ وارانہ حقوق پر مبنی ہیں بلکہ عملاً وہ ایسے مطالبات ہیں جو ان کے ابتدائی حقوق سے تعلق رکھتے ہیں۔ مضمون محولہ میں وہ ایک تاریخی شاہد پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہندوستان اورنگ زیب کے زیر حکومت تھا، اور اُس زمانہ میں

ہندوؤں کو گھوڑے پر بیٹھنے، سفید کپڑے پہننے اور اپنے مذہبی فرائض اپنے طریقہ پر ادا کرنے سے منع کر دیا گیا تھا نیز ان سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا جیسا کہ (اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا ہے تو اس وقت بھی افغانستان میں وصول کیا جاتا ہے) اگر کوئی شخص اس زمانہ میں ایسے قوانین کے خلاف شورش برپا کرتا تو انھوں نے یہ اپنے مضمون میں بحث کی ہے کہ اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ فرقہ وارانہ ہے بلکہ یہ شورش ان کے ایسے ابتدائی حقوق سے متعلق تھی جو ان کے اور بھائیوں کو دوسرے ہمسایہ ملکوں وغیرہ میں حاصل تھے۔

جناب والا! الفاظ میں خواہ کیسا ہی ہیر پھیر کیا جائے، اس پیرے گراف کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ گھوڑے کی سواری وغیرہ سے حیدرآباد میں ہندوؤں کو منع کیا گیا ہے۔ یہ ایک بہت سخت غلطی ہے جس سے بھائی پرمانند اپنی تقریروں میں یا کسی اور طریقے پر پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ خاص طور پر اس وجہ سے کہ یہ کمیونکے لدہ کے فرقہ وارانہ فسادات کے دوران میں شائع کیا گیا ہے میں نے اس کو اپنا فرض محسوس کیا کہ اس غلطی کو سرکار عالی کے علم میں لاؤں۔

میں جناب والا کا ہمیشہ شکر گزار رہوں گا

میں ہوں آپ کا فرمانبردار ترجمہ خط۔ ونائک راؤ

(ح)

مذکورۂ بالا خط کے جواب میں صدالمہام بہادر کو توالی کا مکتوب

۳۰ر اپریل ۱۹۳۰ء

ڈیر مسٹر ونائک راؤ! براہ کرم حوالہ کارروائی دیکھیے اپنا خانگی خط مورخہ ۱۴ر اپریل جو میرا موصولہ ہے

آپکا یہ استدلال کہ سرکار عالی کا کمیونکے جسمیں بھائی پرمانند کے بیان کی تردید کیگئی ہے، ایک سراسر غلط ترجمے پر مبنی ہے، صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ بھائی پرمانند کا بیان جسطرح کہ وہ یونائیٹڈ پریس کے ذریعہ جاری ہوا ہے، اخبار پرتاب لاہور کی اشاعت مورخہ ۳۱ر مارچ ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا ہے۔ آپ نے جو تراشا اخبار ہمدرد لاہور مورخہ ۴ر اپریل ۱۹۳۰ء روانہ کیا ہے، اس پر سرکار عالی کا کمیونکے مبنی نہیں ہے۔

سرکار عالی کے بیان کا سراسر غلط ترجمے پر مبنی نہ ہونا، بھائی پرمانند کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے جو خود انھوں نے ہندوستان ٹائمز مورخہ ۱۱ر اپریل ۱۹۳۰ء میں شائع کرایا ہے اور جسکو "ہندو" نے بھی نکر چھاپا ہے۔ اس بیان میں بھائی پرمانند کہتے ہیں کہ چھاپے یا ٹائپ کرنے والے کی تعجب خیز غلطی کی وجہ سے وہ فقرہ نظر انداز

ہوگیا جس کا یہ مطلب تھا کہ شکایات زیر بحث شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانہ میں پائی جاتی تھیں۔ اس قسم کی غلطی واقعہ میں تعجب خیز ہے لیکن بلاشبہ آپ اس سے اتفاق کریں گے کہ بیان مذکور جس طرح کہ وہ ابتداءً شائع ہوا تھا اور جسمیں وہ فقرہ نظر انداز ہوگیا تھا' اس سے ظاہر میں یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا تھا کہ شکایات، محولہ ریاست کے ہندوؤں کو موجودہ زمانہ میں بھی ہیں۔ اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ سرکار عالی کا بیان سراسر غلط ترجمے پر مبنی تھا جیسا کہ آپکا خیال ہے۔ برین ہم اس مبہم بیان کے متعلق جو اس طرح دیا گیا تھا' بھائی پرمانند کی مابعد تردید کو پڑھ کر مسرور ہوا۔

آپ کا مخلص آر۔ ایم کرافٹن

پانچواں ضمیمہ

(الف)

مسٹر ساورکر کا خط مسٹر گپتا کے نام

ہندو مہاسبھا — کیلاش کرروڈ

صدر دفتر — دادر، بمبئی

بمبئی — مورخہ ۲۲-۷-۱۹۳۸ء

صدر۔ وی۔ ڈی ساورکر

بخدمت رائٹ آنریبل گھنشام سنگھ گپتا ایم ایل اے۔ اسپیکر مجلس مقننہ صوبہ متوسط

ڈیر مسٹر گپتا!

پچھلے ہفتہ میں مسٹر چندواجی معتمد "سارودیشک آریا پرتی ندھی سبھا دہلی" سے مل چکا ہوں جب آپ ریاست حیدرآباد تشریف لے گئے تھے وہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ وہ میرے پاس ایک خاص مقصد یعنی ہمارے ان ہم مذہبوں کے بچاؤ کی تحریک کے خاکہ پر گفتگو کرنے کیلئے آئے تھے جو ریاست حیدرآباد میں بستے ہیں۔ میں آپکا نہایت دل سے شکر گزار ہوں کہ آپنے بہ حیثیت صدر آریا سماج نہایت جرات آزما پیش قدمی

کی ہے۔ ہندو سبھا بھی ریاست حیدرآباد میں رہنے والے بھائیوں کی امداد کیلئے ممکنہ کوشش کر رہی ہے۔ یہ بہتر ہوگا کہ اس ناقابل برداشت تشدد کے خلاف جو ریاست کے ہندوؤں کے ساتھ روا رکھا گیا ہے تمام ہندو مل کر عزم و استقلال کے ساتھ مجاہرہ کریں۔ اس سلسلہ میں چند امور جو شولاپور میں عنقریب منعقد ہونے والے آریا سمیلن کے بارے میں میرے ذہن میں آئے ہیں وہ میرے خیال میں قابل غور ہیں اور اسی لئے ان کو اس خط میں آپ کے مطالعہ کیلئے لکھ رہا ہوں۔

۱۔ شولاپور میں جو آریا سمیلن ہونے والا ہے اس موقع پر سارے ہندوستان کے جملہ قائدین ہندو مت کو آنے کے لئے دعوت دی جائے۔ ہندو سبھا کے لیڈر بھی یقیناً اس آریا سمیلن میں شریک ہوں گے تاکہ سمیلن کو اگرچہ اس کی رہنمائی خاص طور سے ہمارے آریا سماجی کر رہے ہیں، کل ہندوستان کے مظاہرہ کا ایک مرقع بنایا جاسکے۔

۲۔ اس کے لئے تعطیلات کرسمس کے آغاز میں کوئی تاریخیں مقرر کیجائیں تاکہ ہندو مہا سبھا کو اپنا اجلاس ناگپور میں تعطیلات مذکور کی کسی قریبی تاریخ میں مقرر کرنے کی سہولت حاصل رہے۔ اسکی وجہ سے شمال کے نمایندوں کو شولاپور آریا سمیلن کے ختم ہوتے ہی سیدھے شولاپور سے ناگپور جاکر ہندو مہا سبھا کے اجلاس میں شریک ہونے کی سہولت حاصل رہے۔ ہندو مہا سبھا کا اجلاس ناگپور میں مقرر کی ہوئی تاریخوں میں منعقد کیا جائے اور مہا سبھا کے جلسہ میں آریا سمیلن کی قرار دادیں بھی منظور کیجائے۔ سارے ہندوستان میں احتجاج بلند کرنے کا انتظام کیا جائے اور ہڑتال، کالے جھنڈوں کے جلوس اور جلسے ہوں جہاں آریا سماج اور ہندو مہا سبھا کی قرار دادوں اور اس اللی میٹم کی تائید میں قرار دادیں منظور کیجائیں جو انھوں نے نظام کو بھیجے ہیں۔ اگر نظام ان مطالبات کی تکمیل نہ کریں تو پھر فوراً دونوں اداروں کی طرف سے سول نافرمانی کی مہم شروع کر دی جائے تاکہ اس کو جملہ ہندوؤں سے متعلق بنایا جائے۔

۳۔ آریا اجلاس میں جو قرار دادیں منظور کی جائیں ان کو اسطرح ترتیب دیا جائے کہ وہ عام طور پر ریاست حیدرآباد کے تمام ہندوؤں کی اور خاص طور پر آریا سماجیوں کی شکایات پر حاوی ہوں۔ لیکن ان میں صرف آریا سماجیوں کا ذکر نہ ہونا چاہیئے تاکہ ہمیشہ کیطرح آریا سماج سارے ہندو مت کے حامی سمجھے جائیں اور صرف اپنے ایک طبقہ کے حامی نہ قرار پائیں۔

۴۔ ہمیں چاہیئے کہ ان تمام تمدنی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی شکایات کے انسداد کا مطالبہ

کریں جو ریاست حیدرآباد کے ہندوؤں کو بحیثیت ایک نسل کے ہیں مثلاً ہمیں یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ ہوم گارڈ اور دیگر ہندو فرائض کی ادائی پر جو بندشیں عائد ہیں ان کو برخاست کرنے کے علاوہ ہندوؤں کی زبانوں مرہٹی گنڑی تلنگی کا ان کے خاص خاص علاقوں کے مدرسوں اور عدالتی مراسلت میں بائیکاٹ نہ کیا جائے اور یہ اردو کو زبردستی نہ ٹھونسا جائے بلکہ سیکولر زندگی کے ان تمام شعبوں میں اس کو اختیاری زبان کی حیثیت دی جائے۔ عدالتوں اور دیگر مقامات میں ناگری رسم خط بھی بطور ایک اختیاری سرکاری رسم خط کے روا رکھا جائے۔

۵۔ آپ کو اس واقعہ کا ضرور علم ہوگا کہ ہندو مہاسبھا نے مہاراشٹر میں ریاست نظام کے ستم زدہ ہندوؤں کی امداد کیلئے ایک فنڈ قائم کیا ہے۔ ہندو سبھا کی طرف سے مہاراشٹر اور ہندوستان میں سینکڑوں جلسے کئے جا رہے ہیں۔ رستاخیز اخبارات روزانہ ایسے مضامین کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں جنمیں ہندوؤں کو ریاست نظام میں رہنے والے بھائیوں کی امداد کا فرض یاد دلایا جا رہا ہے۔ مسٹر کرندیکر ایم اے، ایل ایل بی ایڈیٹر روزانہ "تریکال" پونا ورکن مجلس متفقہ بمبئی عنقریب بھاگ نگر (یعنی حیدرآباد) جانے والے ہیں تاکہ یہ دیکھیں کہ آیا وہ وہاں اس تحریک کیلئے کوئی مفید کام انجام دے سکتے ہیں۔ شاید وہ چند غایاں مخالف ہندو فرمانوں کے خلاف سیول مجاہرہ بھی کریں۔ مسٹر چیدو اعتمد آریا سماج بمبئی اور ناسک کے بعض جلسوں میں میرے ساتھ شریک رہے جہاں چندوں کیلئے میری اپیل پر نوٹ رقمیں بھی جمع ہوئیں۔ انھوں نے بعض جلسوں میں تقریر بھی کی ——— تعجب یہ ہے کہ کانگریسی اخبارات اور کمیٹیوں نے احتجاج کا تو کیا ذکر سیول آزادی کی بنیاد پر بھی ہمدردی کا ایک لفظ نکالنے کی جرأت نہیں کی۔

میں متوقع ہوں کہ میرے ان مشوروں کے بارے میں آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے اور امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

میں ہوں آپ کا مخلص

شرحد تنخواہی۔ ڈی ساورکر صدر ہندو مہاسبھا۔

(ب)

شولاپور کی مجوزہ کانفرنس کے بارے میں نارائن سوامی کا مکتوب جو تمام معتمدین آریا سماج کے نام لکھا گیا۔

مہاشے۔ نمستے

غالباً آپ اس سے باخبر ہیں کہ سارودیشک سبھا کی مجلس انتظامی نے دہلی میں تاریخ ۹۔۱۰۔۱۹۳۸ء

اپنا جلسہ کیا اور عام طور سے ہندوؤں پر اور خاص طور سے آریوں پر جو مذہبی قیود عائد ہیں اور ان پر جو دوسرے مظالم کئے جا رہے ہیں ان پر غور کرنے کے بعد مجھے مذکورۂ بالا کام سپرد کیے اور اس کے سلسلے میں پوری طرح اپنے اختیارات میری کو کام میں لانے کا مجاز کیا گیا ہے حسب تصفیۂ بالا میں تاریخ ۳-۱-۱۹۳۸ء شولاپور پہنچا اور اپنے ساتھ سوامی سوآتنترانند کو بھی لے آیا اور شولاپور میں آرین کانگریس کے جلسے کے لئے کام شروع کر دیا (جسکے متعلق پہلے ہی اعلان کیا جا چکا ہے کہ ۲۵ سے ۲۷ دسمبر ۱۹۳۸ء تک منعقد ہوگا)۔ ڈیلی گیٹوں اور وزیٹروں کے لئے پنڈال، کیمپ اور بازار کیلئے حسب ضرورت زمین حاصل کیجا چکی ہے۔ یہ کانگریس خاص طور سے صرف حیدرآباد کے مسئلہ پر اور ستیاگرہ شروع کرنیکی ضرورت پر غور کریگی۔ اس کام کو جاری رکھنے کیلئے روپیہ اور آدمیوں کی ضرورت ہوگی اور چونکہ آپ سب جانتے ہیں کہ ان علاقوں میں آریا مذہب کی تبلیغ کا کام کچھ بھی نہیں ہوا ہے اس لئے آپ سب پر فرض ہے کہ جسقدر آپ سے ہو سکے اور جس قدر جلد ممکن ہو روپیہ سے میری مدد فرمائیں۔ آپ کو ایسے رضاکاروں کی ایک فہرست بھی بھیجنی ہوگی جن کو آپ ستیاگرہ کا فیصلہ ہونیکی صورت میں بھرتی کر سکتے ہوں۔ روپیہ میرے نام بھیجا جائے یا سارو دیشک سبھا دہلی کے نائب صدر کے نام۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے اور ہمیں بہت کچھ کرنا ہے اسلئے روپیہ بھیجنے میں جلدی کیجانی چاہیئے۔ آپکو اس کانگریس میں شریک ہونیکی انتہائی کوشش کرنی چاہیئے۔

چھٹا ضمیمہ

مسٹر سی رام راؤ کا خط جو "بمبئی سنٹی نل" میں شائع ہوا

ہندو اور حیدرآباد

سی۔ رام راؤ کے قلم سے

ایسے موقع پر جبکہ سرکار عالی نے مجلس وضع قوانین کی توسیع کے مسئلہ کی تحقیقات کر کے سفارشات ترتیب دینے کیلئے ایک کمیٹی کا تقرر فرمایا ہے میرے ہم مذہب بھائیوں نے کمیٹی کی رپورٹ کا انتظار نہیں کیا۔ بلکہ ایک خفیف سی بات پر فرقہ وارانہ فساد شروع کر دیا اور اپنے مقاصد کو آپ ہی شکست دے دی۔

مجھے صاف طور پر یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان لوگوں میں کوئی سیاسی بصیرت نہیں ہے اور وہ فرقہ پرستوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ اگر ان سے یہ غلطی سرزد نہ ہوتی تو مجھے اس کا بالکل یقین تھا کہ ہندوؤں کی بعض سیاسی آرزوئیں ضرور تکمیل پا جاتیں۔ لیکن افسوس ہے کہ میرے ہم مذہبوں نے خودکشانہ پالیسی اختیار کی جس سے ان کو بیحد نقصان پہنچا۔

میں اُن لوگوں کو جانتا ہوں جو اس پردہ کے پیچھے اپنا کھیل بنا رہے ہیں میں ان کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ وہ ان چالوں سے جو وہ استعمال کر رہے ہیں، ہرگز سیاسی اصلاحات حاصل نہیں کر سکتے۔ حال ہی میں میں نے ہندوؤں کے یہاں مسلمانوں کے ساتھ معاشری مقاطعہ (سوشیل بائیکاٹ) کا ذکر سنا۔ اگر ایسے طریقے اختیار کئے جائیں تو کیا ان کے ذریعے وہ اپنے مقصد سے قریب تر ہو سکتے ہیں؟ میں یہ سوال صرف ان لوگوں سے کرنا چاہتا ہوں جو ان معاملات میں پیش پیش ہیں۔

میں ایک دو اور چیزیں جو وہ آج کل کر رہے ہیں، ان کا بھی ذکر کر دوں۔ وہ برطانوی ہند سے اخبارات جاری کر رہے ہیں اور حکومت کے خلاف ہر قسم کا مفسدہ پردازانہ پروپاگنڈا کر رہے ہیں۔ حال ہی میں دو آریا سماجی مقرروں نے نہایت اشتعال انگیز تقریریں کیں جس سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو صدمہ پہنچا۔ یہ ہے جو آجکل حیدرآباد میں ہو رہا ہے۔ اور ان لوگوں نے یہ کوئی نئی بات نہیں کی ـــــ یہ وہی ہے جو ان کے بھائیوں نے برطانوی ہند میں کیا ہے۔

پر ماتما ہندو فرقے کو ان غلط کار لیڈروں سے بچائے جو تباہی کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہی وہ اسباب ہیں جنکی بنا پر سرکار عالی نے دستور العمل تحفظ امن عامہ نافذ کیا ہے اور کمیونکے کے ذریعہ فرقہ وارانہ اداروں کے نام گنوا کر ملازمین سرکار کو ان میں شرکت کرنیکی ممانعت کی ہے۔ غالباً ایسے اداروں کی تعداد (۹) ہے۔ دنا نگ راؤ وغیرہ کے جیسے لوگ ہی ہیں جنھوں نے حیدرآباد کی صورت حال کو نازک بنا رکھا ہے۔

مجھے اندیشہ ہے کہ اگر واقعات کی رفتار ایسی ہی رہی تو کہیں دوسرا فساد برپا نہ ہو جائے۔ یہ وقت ہے کہ مسٹر سی۔ سری کشن جیسے اصحاب جن کو دونوں فرقوں کا اعتماد حاصل ہے آگے بڑھیں اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں خوشگوار تعلقات قائم کرنے کی کوشش فرمائیں۔ کیا رائے سری کشن پہل فرمائیں گے؟

ساتواں ضمیمہ

ویدپرکاش کا افسانہ

کس طرح ہر ایک واقعہ کو جو ہندو مسلمانوں سے متعلق ہو، ایک فرقہ وارانہ حادثہ بنا دیا جاتا ہے، اس کی ایک مخصوص مثال وہ ہنگامہ ہے جو دسمبر ۱۹۳۷ء میں بمقام گنجوٹی پیش آیا۔ ہنگامہ کی ابتدا شراب خانہ کے جھگڑے سے ہوئی جس نے بعد میں فرقہ وارانہ جھڑپ کی صورت اختیار کرلی اور متعدد اشخاص جو اسمیں شریک تھے، زخمی ہوئے اور بدقسمتی سے ان میں سے ایک شخص دسمیا نامی کی موت بھی واقع ہوئی۔ دسمیا کے مرنے کے ساتھ ہی آریا سماجیوں نے اس کا نام ویدپرکاش رکھا اور شد و مد کے ساتھ یہ پروپاگنڈا شروع کیا کہ دسمیا کو اس لئے قتل کر دیا گیا کہ اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ اس مقدمہ کی تحقیقات سے جو ایک تجربہ کار ہندو نائب ناظم کی نگرانی میں عمل میں آئی تھی، یہ نظریہ بالکل بے بنیاد ثابت ہوا۔ آریا سماجی اخبارات نے اس حادثہ پر جس شدید اشتعال انگیز طریقے پر خامہ فرسائی کی ہے اس کی مثال کے طور پر "ویدک سندیش" مورخہ ۳ اپریل ۱۹۳۸ء کے ایک مضمون کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"مہاتماؤں نے کہا ہے جان ہی سے جان پیدا ہوتی ہے"۔ ریاست نظام کا ہندو فرقہ مردہ ہو گیا تھا۔ اس کیلئے جان کی ضرورت تھی۔ ویدپرکاش نے یہ نکتہ سمجھ لیا اور اپنے فرقہ کے مردہ جسم میں جان ڈالنے کیلئے اپنی جان کا بلیدان دے دیا اور پھر ایک بار دنیا کو یہ سندیس سنایا۔

مر گئے لیکن زمیں پر نام پیدا کر گئے
جان جائے کیلئے ہے موت آنے کے لئے

یہ ویدپرکاش ایک چھوٹے سے گاؤں کے رہنے والے تھے وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی نہیں تھے لیکن ان کا دل ویدک دھرم کی محبت، اس پر اعتقاد اور اس کے احترام سے معمور تھا وہ الشیور پر ایمان رکھتے تھے اور وید کو آسمانی کتاب مانتے تھے۔ وہ اس کا اعتقاد رکھتے تھے کہ ویدک دھرم ہی اس کتاب کے سندیس کو دنیا میں پھیلا رہا ہے۔ ان ہی خیالات کو لے کر انھوں نے گنجوٹی میں ویدک دھرم کا پرچار شروع کیا۔ اس سے اس جگہ

کے مسلمانوں کے مذہب کو سخت شکست ہونے لگی اور وہ ویدپرکاش کے دشمن ہوگئے لیکن ویدپرکاش بہادر تھے وہ بالکل نہیں ڈرے۔ انھوں نے برابر اپنا کام جاری رکھا۔ ایک دن ظالموں کو موقع مل گیا۔ انھوں نے ویدپرکاش کو پکڑ لیا اور ان کو زمین پر گرا گلے پر چھری رکھ دی اور کہا "اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو اسلام قبول کرلو" کیا عجیب و غریب بدل پیش کیا گیا! کیسا آشوبش ناک لمحہ ہوگا! اور کس قدر بھیانک منظر نظر آیا ہوگا! وہ موت اور زندگی کی کشمکش تھی۔ ایک طرف پیاری جان عزیز دل کی محبت اور دنیاوی خوشی تھی اور دوسری طرف گلے پر ظالم کی چھری اور موت کی دہشت۔ ایک طرف پھول ہی پھول تھے اور دوسری طرف کانٹے اور کانٹوں کا بچھونا۔ دنیاوی خواہشات کہہ رہی تھیں "ویدپرکاش اسلام قبول کرلو" لیکن جان سے بھی زیادہ پیارا ویدک دھرم، کرن حقیقت اور مرلی منوہر ان کے سرہانے کھڑے ایک سنسکرت کہاوت دہرا رہے تھے۔ آخرکار دھرم غالب آیا بادروں کے خون نے ویدپرکاش میں جوش، بہادری اور بے خوفی پیدا کردی اور ویدپرکاش نے مسکراتے ہوئے کہا:۔

"سر جائے تو جائے میرا ویدک دھرم نہ جائے"

ادھر یہ الفاظ زبان سے نکلے ادھر چھری ویدپرکاش کے گلے پر چل گئی خون بہنے لگا اور ان کی روح نوجوان آریاؤں کو یہ سندیش دیتی ہوئی پرواز کرگئی:۔

جو آتی ہے آفت پہ آفت تو آئے
سدا شوق بادِ مخالف ستائے
حقیقت نے مجھ کو سبق یہ دیا ہے
دھرم کے لئے جان جائے تو جائے

ایک اور افسوسناک واقعہ کے موقع پر جو ۲۸ جون ۱۹۳۸ء کو بمقام کلیانی پیش آیا اور جس میں ایک شخص ناگیا نامی کی موت واقع ہوئی یہی طریقہ اختیار کیا گیا۔ آریا سماجیوں نے اس شخص کو مرنے کے بعد دھرم پرکاش کے نام سے موسوم کیا۔ اس مقدمہ کے واقعات جیسا کہ استغاثہ کے سلسلہ میں تفصیل سے فراہم ہوئے ہیں یہ ہیں کہ یہ حادثہ متوفی اور سید عمر نامی ایک دوسرے شخص کی باہمی دشمنی اور عداوت سے اس نوبت کو پہنچا۔ یہ مقدمہ عدالت کے زیر تجویز ہے۔ آریا سماجیوں نے جو شکایات پیش کی ہیں ان میں یہ مقدمہ بھی شامل تھا جس کی خود صدر ناظم کو توالی اضلاع نے تحقیقات کی ہے۔ مسٹر ہالنس نے اپنی رپورٹ میں حسب ذیل ذکر کیا ہے۔

میں نے اس مقدمے کے واقعات کا حوالہ دیا ہے جو یہ تھے کہ کئی سال سے ناگیا اور سید عمر میں دشمنی

تھی (۱۳۴۲ف / ۱۹۳۲ء) میں بھی سید عمر اور ناگپا نے ایک چھوٹے سے ہنگامہ میں حصہ لیا تھا جو کلیانی میں پیش آیا تھا۔ اور دوران ہنگامہ میں یہ دونوں ایک دوسرے پر حملہ کرنے کی ٹھان چکے تھے۔ واقعۂ قتل سے تین دن پہلے سید عمر اور ناگپا کلیانی میں ایک دوسرے سے ملے اور ان کے آپس میں گالی گلوچ اور جھگڑا ہوا۔"

الفاظ کے ذریعہ نفرت وعداوت کے پروپگنڈے کی اشاعت پر اکتفا نہ کرکے ایک آریا سماجی اخبار نے اپنی ۳ر اپریل ۱۹۳۵ء و ۲۴ر جولائی ۱۹۳۵ء کی اشاعتوں میں ان کی لاشوں کی تصویریں چھاپیں جن پر اس مضمون کی جلی قلم سُرخیاں درج تھیں کہ یہ لوگ اس لئے مار ڈالے گئے کہ انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔

ذیل کے اقتباس سے آریا سماجی اخباروں کا عام رجحان ظاہر ہوگا۔ یہ ویدک نندیش مورخہ ۳۰ر فروری ۱۹۳۵ء سے نقل کیا گیا ہے۔

"ان سب تکلیفوں کا باعث وہ عہدہ دار ہیں جو تمام ہندوؤں پر پابندیاں عائد کرتے ہیں اور مسلمانوں کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں کہ بہادر ویدپرکاش آریا کو مار ڈالیں۔"

سارے ہندوستان کے تمام آریا سماجی اخبارات میں جن کے ناموں کی چنداں ضرورت نہیں، اسیطرح کے بیانات ریاست حیدرآباد کے خلاف شائع کئے جاتے ہیں پروفیسر ہنک کے ایک خط کا اقتباس جو اکبر حیدری کے نام اخبار "ہندو اوٹ لک" مورخہ ۲۷ر ستمبر میں شائع ہوا ہے، اس امر کا ایک نمونہ ہے۔

"آپنے حال ہی میں جامعہ ڈھاکہ کے طلباء کو خطبہ تقسیم اسناد سنایا ہے جس میں فرقہ پرستی کی مذمت کیگئی ہے لیکن کیا ان واقعات قتل کی خبر جو مسلمانوں کی فرقہ پرستی اور مذہبی جنون کا نتیجہ ہیں اور آپکے دروازہ کے سامنے اور آپ ہی کے زمانۂ صدارت میں ہو رہے ہیں۔ آپ کے کانوں تک نہیں پہنچی ہے۔ اگر آپ نے ان واقعات کو سنا ہے تو آپنے امن عامہ اور مختلف فرقوں کے تعلقات کی خوش گواری کے حق میں اس زہر افشانی کے خطرہ کے انسداد کیلئے کیا تدبیریں اختیار کی ہیں؟ میں یہ بتلانے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس قسم کے واقعات قتل کیطرف آپ کی حکومت کی لاپروائی دونوں فرقوں میں اختلاف و عداوت کی ایسی خلیج پیدا کر دے گی جس کو مستقبل قریب میں پاٹنا ناممکن ہو جائے گا۔"

آٹھواں ضمیمہ

آریا سارو دیشک سبھا دہلی کے چودہ مطالبات

آریا سارو دیشک سبھا دہلی نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۰ اپریل ۱۹۳۸ء میں حکومت سرکار عالی سے (۱۴) مطالبات کئے ہیں جو پہلے کالم میں درج ہیں۔ دوسرے کالم میں ہر مطالبہ کے مقابل جداگانہ کیفیت درج کی گئی ہے۔

۱۔ گشتی نشان (۵۳) بابتہ جلسہ ہائے عام کی منسوخی سے متعلق۔

اس خصوص میں پہلی گشتی قبل ازیں منسوخ ہو چکی ہے اور ایک ترمیم شدہ گشتی جاری کیجا چکی ہے۔ دوسری گشتی کی ترمیم بھی اصلاحات کی تجویزوں کے سلسلے میں زیر غور ہے۔

۲۔ مذہبی تقریبوں کے قواعد کی تنسیخ سے متعلق

حکومت سرکار عالی ہمیشہ سے جملہ مذہبوں، فرقوں اور طبقوں کے مذہبی معاملات کے بارے میں بالکل روادارانہ اور غیر طرف دارانہ پالیسی پر کاربند رہی ہے یعنی یہ کہ جہاں تک امن عامہ اجازت دیتا ہے اس بارے میں ہر طرح کی آزادی روا رکھی گئی ہے۔ بیان ہذا کی تصدیق اس واقعہ سے ہو سکتی ہے کہ اب سے کوئی (۴۰) سال قبل مسجد جعفری کی نسبت شیعہ اور سنی نزاع ہونے کی بنا پر حضرت غفران مکان نے ایک فرمان مبارک مترشحہ ۲۰ شعبان ۱۳۱۸ھ صادر فرمایا تھا جو جریدہ اعلامیہ جلد (۳۰) نمبر (۱۷) مورخہ ۱۳ اسفندار ۱۳۰۸ف میں شائع ہوا ہے۔ اس حکم محکم کا پہلا فقرہ حسب ذیل ہے

"جب کوئی شخص اپنے اعتقاد پر عمل اس طور سے علانیہ کرے جس سے دوسروں کو کسی قسم کی اشتعالک ہو تو محض امن و امان قائم رکھنے کی غرض سے ہر گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اس عمل کو روکے جو کسی قسم سے رعایا کے امن و امان میں فی الواقع مخل ہو"

اس کے بعد جب بعض یورپین سیاحین نے ممالک محروسہ سرکار عالی میں عمارتیں بنانے کی ابتدا کی تو حضرت غفران مکان نے ازراہ عاطفت بذریعہ فرمان

مترشدہ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۲۱ھ حکم فرمایا

"میرا جو حکم مسجد جعفری کے متعلق جریدہ میں شائع ہوا ہے اسکے اصول کو ہر صورت میں ملحوظ رکھا جائے جس ملک میں مختلف قوم و ملت کے لوگ رہتے ہیں وہاں کی گورنمنٹ بحیثیت گورنمنٹ کسی کے کوئی مذہبی کام کو روکنا ہرگز پسند نہیں کرے گی تاوقتیکہ اس کام کے علانیہ ہونے سے دوسرے مذہب والوں کو کوئی واجبی اشتعال ہو کر عام امن و امان میں فرق واقع نہ ہوتا ہو۔ عام امن و امان میں کوئی ایسا فرق آنے کے احتمال کو رفع کرنے کیلئے ہماری گورنمنٹ میں یہہ قاعدہ جاری ہے کہ کسی قوم کا کوئی مذہبی مکان یا احاطہ (از قبیل مسجد گرجا یا دیگر مقابر مدرسہ یا قبرستان وغیرہ) کی ایجاد کہیں بھی ممالک محروسہ میں حسب ضابطہ منظوری سرکار حاصل کئے بغیر نہ ہونے پائے۔ تاکہ ایسی عمارتوں کے تعمیر ہونے سے پہلے ہی گورنمنٹ کو امن و آسائش عامہ کے مسئلہ پر غور کرنے کا موقع حاصل رہے۔"

ان دو فرمانوں میں جو اصول مضمر ہیں، وہ حکومت سرکار عالی کی پالیسی میں ہمیشہ مرعی رہے ہیں۔

۱۳۱۹ف میں صدر ناظم کو قوانی اضلاع نے رپورٹ کی کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں جدید مذہبی جلوسوں کے رواج سے اکثر اضلاع میں تصادم اور امن عامہ میں خلل واقع ہو رہا ہے۔ بنا برآں وزیر اعظم وقت (مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر) نے حضرت غفران مکان کی منظوری سے حسب ذیل حکم نافذ فرمایا:-

اگر کوئی شخص یا اشخاص کسی عام مقام پر بطور جدید کوئی مذہبی رسم ادا کرنے کے خواہشمند ہوں جو ممالک محروسہ سرکار عالی کے کسی دوسری مقام پر انجام نہیں دی جاتی اور اس طرح کی انجام دہی رسوم مذہبی

کسی دوسری جماعت کے اشخاص کے حق میں تکلیف دہ ثابت ہونے کا احتمال ہو تو ایسے جدید مذہبی مراسم کی انجام دہی کو فی الحال سرانجام مذہبی کمیٹی کے حوالے سے روک دیا جائے تاوقتیکہ سرکار عالی صیغۂ عدالت و کوتوالی و امور عامہ (شاخ مذہبی) سے اس کی قبل از قبل منظوری حاصل نہ کر لی گئی ہو۔

۱۳۴۸ف میں ان احکام کو اکٹھا کرنے کی ضرورت داعی ہوئی اور حسب ذیل عہدہ داروں کی ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔

۱۔ صدر المہام بہادر مالگزاری و کوتوالی

۲۔ معتمد سرکار عالی صیغۂ کوتوالی

۳۔ معتمد سرکار عالی صیغۂ سیاسیات

۴۔ صدر ناظم کوتوالی اضلاع

۵۔ معتمد سرکار عالی صیغۂ امور مذہبی

کمیٹی نے یہ رائے ظاہر کی کہ مراسم مذہبی کی انجام دہی کے بارے میں سرکار عالی کی پالیسی حسب ذیل قرار دی جائے تو مناسب ہے۔

جدید مراسم مذہبی کی انجام دہی کے لئے قبل از قبل منظوری ضروری ہے دیگر مراسم قدیم کیلئے اس کی ضرورت نہیں۔ اسی اساس پر اس کمیٹی نے چند ایسے قواعد کی سفارش کی جن کا اطلاق بلا لحاظ فرقہ و مذہب جملہ مراسم مذہبی پر کیا جاتا ہے اعلیٰ حضرت واقدس نے برنہائے معروضہ باب حکومت (ذریعہ فرمان مبارک منزلہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ) ان قواعد کو شرف منظوری بخشا۔

یہاں اس امر کا اعادہ بیجا نہ ہوگا کہ ان قواعد کے استعمال میں ہندو اور مسلمان یا کسی اور مذہب میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا ہے جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حال ہی میں ورنگل میں گنپتی کے جلوس کو ایک مسلمان بزرگ کی درگاہ کے سامنے سے گزرنے کی اجازت دی گئی حالانکہ مقامی مسلمانوں نے اس پر

احتجاج کیا مگر ان کے عذرات اس قدر قوی نہیں معلوم ہوئے کہ جلوس کا راستہ بدل دیا جائے۔ یہ قواعد نویں ضمیمہ میں دیے گئے ہیں۔

۳۔ ملک سرکار عالی میں اکھاڑوں کے قیام کی تنسیخ سے متعلق

سنہ ۱۳۴۱ف (سنہ ۱۹۳۱ء) میں یہ امر سرکار عالی کے علم میں لایا گیا کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے اکھاڑوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ ان اکھاڑوں کا مقصد اب محض ورزش جسمانی نہیں رہا بلکہ یہ ہو گیا تھا کہ فرقہ وارانہ لڑائی میں جارحانہ یا مدافعانہ طور پر حصہ لینے کے لئے پٹھوں کو تیار کیا جائے اس طرح ان کا وجود امن عامہ کیلئے خطرناک ہو گیا تھا۔

بنا بریں مستعد عدالت و کوتوالی، صدر ناظم کوتوالی اضلاع اور کوتوال بلدہ تینوں نے آپس میں کمیٹی کر کے اس مسئلہ پر کافی غور و خوض کیا اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ گو اکھاڑوں کی تحریک میں فرقہ وارانہ کشیدگی کی وجہ سے بہت زیادہ جوش پیدا ہو گیا ہے لیکن اسکی اصل غایت یہی فرقہ وارانہ تحریک ہے اور اس کے ذریعہ سے فرقہ وارانہ اغراض کے حصول کیلئے اپنے اپنے فرقہ کو قوی اور منظم بنانا مقصود ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر اس کمیٹی نے یہ رائے دی کہ ان اداروں کو جن کا ایک مقصد کھیلوں اور ورزش جسمانی کو فروغ دینا ہے، مسدود کر دینے کی بجائے مناسب ہوگا کہ ان اداروں اور ان کی سرگرمیوں پر معقول نگرانی رکھی جائے اور فائدہ رساں اور پرامن طریقہ کی طرف ان کی رہنمائی کیجائے۔ ان ہی اسباب کی بنا پر اکھاڑوں کے قیام کیلئے قواعد وضع کئے گئے اور بالآخر بحکمت بحکم ذریعہ اعلیٰ حضرت واقدس کی منظوری (ذریعہ فرمان مبارک) مترشحہ ۲۴ مردی المجبہ سنہ ۱۳۵۳ھ ۔ اردی بہشت سنہ ۱۳۴۳ف) حاصل کی گئی۔

قواعد ہذا دسویں ضمیمہ میں درج ہیں اور ان کی اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں

۱۔ اکھاڑوں کی لازمی رجسٹری اور حسب ذیل امور کے متعلق اطلاع دہی

الف۔ عہدہ دار اور تنخواہ یاب عملہ۔

ب۔ ارکان۔

ج۔ اجتماع وقت اور مقام کے متعلق ضروری معلومات۔

د۔ مالیات۔

ھ۔ سالانہ رپورٹوں کا پیش کرنا۔

۲۔ سرکار عالی فرقہ وارانہ سرگرمیوں کو ناروا خیال کرے گی۔

۳۔ جو ادارے رجسٹر نہیں کرائے جائیں گے ان کے خلاف احکام جائز کی عدولحکمی کی بنا پر عدالتی کارروائی کیجائے گی اور وہ برخاست کر دیے جائینگے۔

۴۔ اول قلعدار کو زوال بلدہ اور مہتمم کو توالی ضلع کے باقاعدہ معائنوں کی انتظام مذکورہ بالا کیفیت سے ظاہر ہوگا کہ ہر قواعد زیر بحث جملہ فرقوں سے متعلق ہیں اور ان کے استعمال میں کسیطرح کا امتیاز نہیں برتا جاتا ہے۔

۴۔ قیام مدارس خانگی کے قواعد سے متعلق۔

سنہ ۱۹۱۳ء (سنہ ۱۳۳۲ف) میں صدر مہتمم تعلیمات صوبہ اورنگ آباد نے سرکار عالی کو اطلاع دی کہ سالانہ رپورٹ کے لیے انگلو ورناکیولر اسکول جالنہ کے متعلق چند اعداد و شمار طلب کیے گئے تو منتظمین مدرسہ نے اس بنا پر صاف انکار کر دیا کہ مدرسہ مذکور کو سرکار عالی کی طرف سے کوئی امداد نہیں دی جاتی اور اس لئے وہ عہدہ داران سررشتہ تعلیمات سرکار عالی کی کسی فرمائش کی تکمیل کرنے کے لیے پابند نہیں ہیں مشن اسکول کے اس طرز عمل سے یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا سررشتہ تعلیمات کی اجازت سے مدارس قائم کیے جاتے ہیں یا اس کے بغیر قیام عمل میں آسکتا ہے۔ چونکہ اس کا امکان تھا کہ دیگر خانگی مدارس بھی یہی طرز روش اختیار کریں نیز یہ امر نہایت ضروری تھا کہ سرکار عالی مختلف تعلیمی تحریکات سے کماحقہ باخبر رہے اور تمام مدرسہ کے جملہ اقسام کے مدارس کے متعلق مکمل اعداد و شمار فراہم کرے اور چونکہ سرکار عالی کی یہ خواہش تھی کہ جملہ مدارس تعلیم و حفظان صحت کے مسلمہ اصولوں کے مطابق چلائے جائیں اس لئے قواعد زیر بحث خانگی مدارس کے قیام اور ان کی رہنمائی کے لئے وضع کیے گئے۔

ان قواعد پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے جو گیارہویں ضمیمہ میں دیے گئے

ہیں ہر شخص یہ تسلیم کرے گا کہ ان میں کوئی بات بھی ایسی نہیں جو اشاعت تعلیم کے حق میں مانع ہو لیکن بعض حلقوں میں غالباً کسی دور تر مقصد کے تحت خواہ مخواہ شور مچایا گیا کہ ان قواعد کی وجہ سے نہ صرف موجودہ مدرسے بند کر دیے جائیں گے بلکہ جدید مدارس کے قیام میں بھی رکاوٹیں پیدا کی جائینگی۔ یہ اندیشے سراسر بے بنیاد ہیں کیونکہ قواعد مذکور کی دفعہ (۱۳) میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ ان قواعد سے سرکار عالی کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ جدید مدارس کے قیام میں کسی قسم کی دشواریاں پیدا کی جائیں اور ناظم تعلیمات اور مہتممان مدارس سے توقع ظاہر کیگئی ہے کہ ایسے مدارس کو ممکنہ امداد بہم پہنچائیں تاوقتیکہ ان کے وجود کو تعلیمی نہ سہی، اخلاقی یا سیاسی نکتۂ نظر سے مضرت رساں سمجھنے کے وجوہ موجود نہ ہوں۔ کسی مدرسے کے قائم کرنے کے لئے صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ ایک مقررہ فارم پر حکام متعلقہ سے درخواست کی جائے۔ دور حاضر کا یہ رجحان ہے کہ تعلیم کو تعلیمی اصولوں اور حفظان صحت کے نقطۂ نظر سے سرکار کے زیر نگرانی رہنا چاہیئے۔

د۔ فرقہ وارانہ فسادات کے مقدمات کی تحقیقات کے لئے غیر جانبدارانہ کمیشن کا تقرر۔

عام طور پر برطانوی ہند اور دیسی ریاستوں میں اس قسم کے مقدمات کے متعلق تحقیقاتی کمیشن مقرر نہیں کئے جاتے ہیں کیونکہ اس سے لازمی طور پر باہمی الزام دہی اور کشیدگی کے طول کھینچنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ حیدرآباد میں فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ ایک ہفتہ تک جاری رہا جس کے دوران میں چار آدمی ہلاک اور (۱۲۱) زخمی ہوئے حالانکہ فساد پورے شہر میں پھیلا ہوا تھا۔ جہاں کہیں قانون کے خلاف جرائم کا ارتکاب عمل میں آیا تھا عدالتوں نے ان کے مقدمات کی سماعت کی۔ چونکہ ریاست میں عدلیہ اور انتظامیہ دونوں بالکل جداگانہ ہیں اسلئے کوئی وجہ نہیں کہ جہاں خلاف قانون جرائم کا ارتکاب عمل میں آیا ہے، ان کے مقدمات ریاست کی مقررہ عدالتوں میں سماعت نہ کئے جائیں اور انھیں کسی غیر عدالتی کمیشن کے سپرد کیا جائے۔ جہاں تک فسادات کے اسباب و علل اور دیگر امور کا تعلق ہے، برطانوی ہند اور دیگر ریاستوں کی طرح، سرکار کی

طور پر تحقیقات عمل میں لائی گئی اور اس کی رپورٹ پر بھی سرکار عالی نے کافی طور سے غور کر کے اس قسم کے فسادات کر واقع ہونیکے اندیشہ کی صورت میں جو حفاظتی تدبیریں اس عامہ کیلئے اختیار کرنی ضروری تھیں، ان کا اہتمام بھی کر لیا ہے۔ دوران فساد میں کوتوالی نے ایک مرتبہ بھی گولی نہیں چلائی۔

۶۔ بیرونی واعظوں پر کوئی پابندی عائد نہ کیجائے۔ اگر کوئی واعظ یا مقرر قانون کی خلاف ورزی کرے تو اس پر مقدمہ چلایا جائے جن لوگوں کو حیدرآباد آنے کی ممانعت کی گئی ہے، انہیں داخلہ کی اجازت دی جائے۔

چند سال قبل شیعہ سنی کشیدگی کے دوران میں یہ دیکھا گیا کہ جب بیرونی واعظین حیدرآباد آتے ہیں تو بیجا آزادی اختیار کرتے اور فرقہ وارانہ جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں اس لئے یہ مناسب معلوم ہوا کہ مسلمان واعظوں کی حد تک چند پابندیاں عائد کیجائیں۔ فساد حیدرآباد سے کچھ دنوں قبل باہر کے سنی و مقررین میں بھی یہی میلانات پائے گئے اس لئے حکومت نے فیصلہ کیا کہ سابقہ احکام جو صرف مسلمان واعظوں اور مقرروں سے متعلق تھے انہیں جملہ فرقوں کے واعظوں اور مقرروں کیلئے بھی عام کر دیا جائے۔ یہ واضح رہے کہ سرکار عالی کے احکام کی پابندی عیسائی واعظین کیلئے بھی اسی قدر لازمی ہے جس قدر کہ ہندو اور مسلمان مقررین کیلئے ہے۔ ان احکام پر ایک سال کے بعد نظر ثانی کیجا سکے گی۔

۷۔ دریافت اور تحقیق کے بغیر کوئی کتاب ضبط کیجاتی ہے نہ اس کا داخلہ ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ آئندہ کے لئے حکومت کا ارادہ ہے کہ جب کوئی کتاب ممنوع قرار دی جائے تو اس کے ایسے اقتباسات بھی بتا دیئے جائیں جنکی بنا پر اس کا داخلہ روک دیا جاتا ہے۔

پوری دریافت اور تحقیق کے بغیر نہ کوئی کتاب ضبط کیجاتی ہے

۸۔ اخبارات کی اجرائی کے لئے اجازت دی جائے۔

اگرچہ ان دنوں اخبارات کے متعلق ایک نیا قانون زیر تجویز ہے جس سے اخبارات کی حد تک موجودہ صورت حال میں بہتر تبدیلی کی توقع ہے لیکن موجودہ قواعد کے تحت حکومت کسی اخبار کی اجرائی یا مسدودی کے احکام نافذ کرنے میں اپنے اختیار تمیزی کو کام میں لاتی ہے۔ یہ ثابت کرنے کے لئے نظائر موجود ہیں کہ معمولی شرائط کے تحت، جو جملہ اخبارات کیلئے

عام اور یکساں ہیں۔ سیاست پسند اشخاص کو اجرائی اخبار کی درخواست پر اس کی اجازت دی گئی ہے لیکن ایسے اشخاص کے بارے میں جن کے متعلق معلوم ہے کہ وہ فرقہ پرست ہیں یا فرقہ وارانہ پروپاگنڈا کرنے کی عادی ہیں حکومت احتیاط برتنا اپنا ضروری فرض سمجھتی ہے۔ اس وقت جو قانون زیر تجویز ہے اس کی دفعات کے متعلق حکومت ہجا ہے اپنی پالیسی کا اظہار کر دینا نہیں چاہتی البتہ وہ یہ واضح کر دینا چاہتی ہے کہ مختلف صوبہ جات کے تجربوں کو دیکھتے ہوئے اس کا قرینہ نہیں ہے کہ وہ جدید اخبارات کی اجرائی کی اجازت دینے میں اپنے اختیار تمیزی کو بالکل ترک کر دینے پر آمادہ ہو جائے کیونکہ اس کی رائے میں ملک کے بہترین مفاد کیلئے یہ ضروری ہے کہ ریاست میں فرقہ وارانہ پروپاگنڈے کے طوفان کے داخلہ کو روکا جائے جس سے مختلف فرقوں کے جذبات برانگیختہ ہوتے اور باہمی منافرت پھیلتی ہے۔

۹۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تہوار ساتھ ساتھ واقع ہونے کی صورت میں ہندوؤں کے لیے اپنے مذہبی جلوس نکالنے کی آزادی سے متعلق۔

مسلسل تین سال تک یعنی ۱۲۶۹ھ / ۱۲۷۰ھ اور ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۲ء / ۱۸۵۳ء / ۱۸۵۴ء) میں دسہرہ اور محرم ایک ہی زمانے میں واقع ہوئے اور امن عامہ میں خلل کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اس لئے حکومت نے یہ حکم صادر فرمایا کہ ہندو اپنے مذہبی رسوم مکانوں کے اندر ہی انجام دیں اور باجے اور دھوم دھام کے ساتھ اپنے جلوس نہ نکالیں۔

دوبارہ ۱۳۰۳ھ (۱۸۸۵ء) میں دسہرہ اور محرم ساتھ ساتھ واقع ہوئے۔ اس دفعہ حکومت نے اس کو بہ نظر انصاف مناسب سمجھا کہ اس بارے میں چند معزز اور سربرآوردہ ہندو اصحاب کی رائے دریافت کی جائے چنانچہ راجہ شیوراج بہادر راجہ گردھاری بہادر مسٹر رگھوناتھ راؤ اور ایک مسلمان مسٹر رسول یار خاں کی ایک کمیٹی اس غرض کیلئے مقرر کی گئی۔ اس کمیٹی نے متفقہ طور پر حسب ذیل سفارشات کیں:۔

۱۔ بلدہ اور اضلاع کے تمام ہندو اپنے مذہبی مراسم اپنے مکانوں کے اندر ادا کریں۔

۲۔ جو لوگ سلنگن ادا کرنے کے لئے باغوں کو جانا چاہیں وہ بغیر باجے اور دھوم دھام کے ایسا کر سکتے ہیں۔

۳۔ بتکماں باہر نکالی نہ جائے اور ہندوؤں کو یہ چاہیئے کہ اپنے مکانوں میں جو چھوٹے دیول ہوں، ان میں بھی باجہ نہ بجائیں۔

۴۔ بڑے اور خاص خاص دیولوں کے اندر جن کے اطراف احاطہ کی دیوار کھنچی ہوئی ہے، ہندو پوجا پاٹ معمولی باجے کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں لیکن وہ دیولوں کے باہر اسلحہ نہیں جا سکتے۔ دیولوں کے اندر پوجا پاٹ میں مسلمانوں کیلئے ہرگز مداخلت نہیں ہونی چاہیئے۔ جو شخص خواہ ہندو ہو یا مسلمان اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا اس کو عدالت فوجداری میں چالان کیا جائے گا۔ سرکار عالی نے ان سفارشات کو منظور فرمالیا اور اس وقت سے جب کبھی ہندو اور مسلمانوں کے مذہبی تہوار ایک ہی زمانہ میں واقع ہوتے ہیں، برابر ان پر عمل ہوتا ہے۔

۱۰۔ آریا سماج کے ہون کنڈ قائم کرنے کیلئے اجازت کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے۔

حیدرآباد میں عبادت گاہ عام کے بارے میں یہ دستور ہے کہ جب کبھی کوئی جدید عبادت گاہ خواہ وہ مندر ہو یا مسجد، گرجا ہو یا ہون کنڈ اگر اسکی تعمیر کا مقصد اجتماعی عبادت ہے اور خانگی یا انفرادی طور پر عبادت مقصود نہیں ہے تو اس کی تعمیر کیلئے حکام کی اجازت ضروری ہے۔ اور یہ اجازت بلا کسی پس و پیش کے دے دی جاتی ہے۔ اگر اس کے خلاف ایسے معقول عذرات نہ ہوں جیسے اگر کسی ایک فرقہ کی مذہبی عمارت کی موجودگی میں اس کے بالکل قریب دوسرے فرقہ کی مذہبی عمارت بنانا تجویز کیا جائے تو امن عام میں خلل کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اس وقت تک ممالک محروسہ سرکار عالی کے جملہ مذاہب کے لوگ ہندو، مسلمان اور عیسائی برابر ان احکام

کی پابندی کرتے رہے ہیں۔ صرف ایک فرقہ اس سے مستثنیٰ ہے اور وہ آریا سماجی ہیں جنھوں نے باوجود مطلع کئے جانے کے اصرار کے ساتھ اجازت طلب کرنے سے انکار کیا اور نیز اجازت متواتر نئے مقامات کو عبادت گاہ عام بنانے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر مقامات پر ہنگامے رونما ہو گئے۔ سناتنی ہندو ہمیشہ تعمیر کی اجازت کیلئے درخواست کیا کرتے ہیں اور انھیں برابر تعمیر کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ مسجدوں اور گرجاؤں کی تعمیر کیلئے بھی یہی اصول اور قواعد مستعمل ہیں۔ سرکار عالی کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ کسی فرقہ کی عبادت عام میں مداخلت کی جائے یا اس پر پابندیاں عائد کی جائیں۔ اس کی اصل کوشش یہ ہے کہ امن عامہ میں خلل اندازی کے اسباب کا سدباب کیا جائے اور یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو اس زہریلے فرقہ وارانہ پروپاگنڈے کے مدنظر جو چند دنوں سے حیدرآباد کی ایک عام خصوصیت بن گیا ہے آجکل بہت ہی ضروری ہو گیا ہے۔

جہاں تک سناتنی ہندوؤں، مسلمانوں اور عیسائیوں کا تعلق ہے آج تک کوئی قضیہ پیش نہیں آیا۔ رہا آریا سماج کا معاملہ تو ان کی حد تک بھی اگر مکانات کے اندر ہون کنڈ قائم کئے جائیں تو اس سے حکومت کو کوئی سروکار نہیں ہوتا اور نہ اس کے لئے اجازت لینے کی ضرورت ہوتی ہے بشرطیکہ اس جگہ کو صرف خانگی پوجا پاٹ کے لئے استعمال کیا جائے۔ ان صورتوں میں اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے برخلاف اگر کسی نئی جگہ آریا سماج کے ارکان عوام کیلئے اور اجتماعی عبادت کی غرض سے ہون کنڈ قائم کرنا چاہیں تو اس صورت میں محض امن عامہ کے بہترین اغراض کے تحت اجازت لینا ناگزیر ہے۔

۱۱۔ جیلوں میں قیدیوں کو مسلمان نہ بنایا جائے آریاؤں کو وہاں دھرم پرچار کی اجازت دی جائے۔

جہاں تک سرکار عالی کو علم ہے ممالک محروسہ سرکار عالی کے کسی جیل خانہ میں کسی قیدی کو مسلمان نہیں بنایا گیا اور کسی دوسرے مذہب کے قیدی کو اسلام کی تعلیم بھی نہیں دی جاتی ہے امر واقعہ صرف یہ ہے کہ گزشتہ تین سال کے عرصہ میں صرف چار قیدیوں نے اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ مسلمان ہو جانا چاہتے ہیں ان کی درخواست وصول ہونے پر صدر ناظم محابس نے خود ان قیدیوں سے مل کر دریافت کرنے کے بعد اس کی اجازت دی۔ تاحد امکان غلط فہمی کا سدباب کرنے کے لئے حکومت نے اب یہ احکام نافذ کر دیے ہیں کہ کسی قیدی کو قیام محبس کے زمانہ میں اس مذہب کے سوا جس کا وہ محبس میں داخل ہوتے وقت پابند تھا کوئی دوسرا مذہب قبول کرنے نہ دیا جائے۔

۱۲۔ جو آریا ملازمین سرکار ہیں ان کے ساتھ محض اسلئے برا سلوک روا نہ رکھا جائے کہ وہ اس مذہب کے پیرو ہیں۔

یہ سراسر غلط ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ آریا سماجی کس حد تک دروغ بیانی سے کام لیتے ہیں۔ حکومت سرکار عالی کے بعض سربرآوردہ عہدہ دار آریا مذہب کے پیرو ہیں اور ریاست کی بعض اہم ترین ذمہ داریوں کی خدمات پر ان کے تقرر یا ترقی میں یہ چیز کسی طرح اثر انداز نہیں ہوتی۔

۱۳۔ آریاؤں کو آریا سماج کی عمارتوں اور اپنے مکانوں پر اپنا جھنڈا لگانے کی اجازت دی جانی چاہیئے۔

حکومت سرکار عالی ان عمارات پر جو باقاعدہ طور پر عبادت عام کیلئے استعمال کیجاتی ہیں مسلمہ مذہبی جھنڈے لگانے پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتی ہے۔ سرکار عالی کو صرف ایک ہی اطلاع اس امر کی ملی ہے کہ کلیانی میں آریا سماج کی ایک مذہبی عمارت پر سے جھنڈا اتلوایا گیا۔ مقامی حکام متعلقہ کے اس فعل کو حکومت سرکار عالی نے سخت ناپسند فرمایا ہے۔ خانگی مکانات پر جھنڈے لگانے کا یہاں کوئی دستور نہیں ہے۔

۱۴۔ گلبرگہ اور نظام آباد اور حیدرآباد کے مقدمات کی سماعت کسی غیر جانبدارانہ کمیشن کے ذریعہ کرائی جائے۔

گلبرگہ اور نظام آباد کے فرقہ وارانہ مقدمات کھلی عدالت میں فیصل ہوئے ہیں اور ایک اہم مقدمہ جو حیدرآباد سے متعلق ہے وہ منجانب عدالت عالیہ کے صیغہ ابتدائی میں زیر سماعت ہے۔ ریاست میں عدلیہ انتظامیہ

سے بالکل جداگانہ ہے اور اس قسم کے تمام مقدمات میں کوتوالی بالکل ایک فریق کی حیثیت رکھتی ہے اس قسم کے بہت سے مقدمات میں جن میں کوئی جرم خلاف قانون سرزد ہوا ہے' اثبات جرم کے بعد مسلمانوں کو بھی ہندوؤں کے برابر سزائیں دی گئی ہیں اور اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ریاست کے قوانین مروجہ کے تحت جرائم کی سماعت کیلئے مقررہ عدالتوں کو چھوڑ کر کسی کمیشن کا تقرر کیا جائے۔ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کہ تمام ملزمین اپنی بے گناہی کا ادعا کرتے ہیں اور جب وہ مجرم ثابت ہو جاتے ہیں تو پھر عدالتوں کی غیر جانب داری معرض بحث میں لائی جاتی ہے۔

نوال ضمیمہ

قواعد تقریبات مذہبی بلدہ و بیرون بلدہ

اصلاح کیلئے قواعد تقریبات مذہبی جریدۂ اعلامیہ غیر معمولی جلد (۶۰) نمبر (۵) مورخہ یکم تیر ۱۳۳۸ف میں شائع ہو چکے ہیں اسمیں سرکار عالی نے اپنی پالیسی کی بخوبی وضاحت کردی ہے کہ امن عامہ میں مخل ہوئے بغیر ہر ایک شخص کو مذہبی آزادی عطا کرنا سرکار کے مدنظر ہے لیکن قواعد مذکور بلدہ سے متعلق نہیں ہیں اور ضرورت محسوس ہورہی ہے کہ بلدہ سے بھی وہی قواعد بہ تبدیل احکام تبدیل طلب متعلق کردیئے جائیں۔ اس لئے باب حکومت کی رائے کے مطابق پیشگاہ خسروی سے بہ ذریعۂ فرمان مبارک مزینہ ۱۷ اردی بہشت ۱۳۳۹ف سنہ ۴۹ء حسب ذیل قواعد منظور فرمائے گئے ہیں جو ذریعہ ہذا شائع کئے جاتے ہیں۔ پولیس ذمہ دار ہے کہ ان قواعد کی کماحقہ پابندی کیجائے

تعریف ۔ تقریبات مذہبی میں ہر قسم کے جلسے جلوس اور رسوم داخل سمجھے جائیں گے جنکی نوعیت عمومی اور مذہبی ہو۔ خواہ اس کا کسی قوم یا فرقہ سے تعلق ہو۔

الف ۔ اس شخص یا ان اشخاص کا جو کوئی مذہبی تقریبات عام منانا چاہتے ہیں خواہ وہ جدید ہوں یا قدیم۔ فرض ہوگا کہ اس کے کم از کم سات روز پہلے کوتوال صاحب بلدہ کو اطلاع دیں۔ یہ مدت کوتوال صاحب کو اطلاع موصول ہونیکے وقت سے شمار ہوگی۔

اطلاع کے ساتھ اس رسم یا جلوس کے جس کا ارادہ کیا جارہا ہے، راستے پر باجہ کا استعمال بندوقوں کے سر کرنے، رسم کے دوران وغیرہ کے متعلق پوری اور مفصل کیفیت تحریر کرنی لازمی ہوگی اگر (۷) روز طرف کی مدت منقضی ہونے کے بعد کوتوال صاحب کی طرف سے ایسا کوئی حکم موصول نہ ہو کہ منظوری ملنے تک وہ تقریب ملتوی کردیجائے تو اس تقریب کے بانی یا بانیان کو اسکی آزادی رہے گی کہ اسے عمل میں لائیں۔

نوٹ ۔ پہلے سے اطلاع دینا ہر مذہبی تقریب عامہ کیلئے ضروری ہے ۔ ایک تو اس واسطے اگر خواہ وہ کیسی ہی ناقابل اعتراض ہو پولیس کی جانب سے حفاظتی تدابیر کی ضرورت کا امکان ہے دوسرے اسواسطے

اگر ایسی اطلاع تقریب مجوزہ کے متعلق نہ دی جائے گی تو کوتوال صاحب کیلئے یہ موقع نہ رہے گا کہ وہ قاعدہ (ج) کے مطابق اسے روکنے یا نہ روکنے کا فیصلہ کر سکیں۔

(ب)۔ اگر تقریب مجوزہ جدید نہیں ہے تو کوتوال صاحب حسب قاعدہ (الف) اطلاع ملنے پر بجز اسکے کہ کوتوالی کے ضروری انتظامات کر دیں اور کوئی کارروائی نہ کریں گے۔

(ج)۔ اگر تقریب مسلمہ طور پر جدید ہے یا کوتوال صاحب کے پاس یہ باور کرنے کے معقول وجوہ ہیں کہ وہ جدید ہے تو خواہ اس تقریب سے بادی النظر میں سرکار عالی کی کسی رعایا کی دل آزاری کا قرینہ غالب ہو یا نہ ہو وہ اسکے بانی یا بانیان کو بلا تاخیر مطلع کر دینگے کہ اس کے لئے منظوری کی ضرورت ہے اور جبتک تحریری منظوری نہ مل جائے وہ تقریب عمل میں نہ لائی جائے۔ کوتوال صاحب کی طرف سے یہ جواب اس اطلاع کے جو حسب قاعدہ (الف) ان کو دی جائے گی۔ چار روز کے اندر ارسال ہو جانا لازم ہوگا۔

(نوٹ)۔ اس قاعدہ کے منشار کے مطابق "جدید" تقریب کی تعریف کرنا ممکن نہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی تقریب برسوں تک نہ منائی گئی ہو باوجود اس کے اگر کچھ زمانہ پہلے وہ کم و بیش قاعدگی کے ساتھ ہوتی رہی تھی تو بظاہر اس کو جدید نہ سمجھنا چاہیئے اس کے برعکس کوئی تقریب جو سالہا سال سے باقاعدہ منائی جاتی رہی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ کسی نئے جز کے اضافہ سے جو اس کی نوعیت کو پوری طرح بدل دے یا حالات کے بدل جانے سے جدید تقریب بنجائے مثلاً باجوں کے استعمال سے مقام یا راستہ کے بدل دیئے جانے سے یا کسی مسجد، مندر، عاشور خانہ یا گرجا بن جانے سے جو اس تقریب کے گزشتہ موقع پر منانے کے وقت نہ تھا اور بعد راستہ میں تیار ہوا۔ دوسرے ظاہر ہے کہ "جدید" سے مراد یہ ہے کہ زیر بحث مقام میں وہ تقریب "جدید" ہے۔ ممکن ہے کہ گنیش کا جلوس گزشتہ بیس سال سے عادل آباد یا لاتور میں نکالا جاتا ہو لیکن اگر اسے حیدرآباد میں پہلی مرتبہ نکالنے کی تجویز ہو تو صریحاً ایک "جدید" تقریب ہوگی۔ غرض یہ ایسا معاملہ ہے کہ اس میں لازماً مقامی عہدہ دار کو اپنی دانشمندانہ اختیار تمیزی سے کام لینا ہوگا اور اسمیں ایک طرف تو اسے احتیاط کرنی ہوگی کہ اعلیٰ حکام کی جن کی تصریح آگئی ہے منظوری کے بغیر کسی "جدید" تقریب کی اجازت نہ دے اور دوسری طرف اسی قدر بلکہ کچھ زیادہ احتیاط کرنی ہوگی کہ قاعدہ ہذا کی رو سے جو اختیارات اسے دیئے جاتے ہیں ان کے غلط استعمال سے سرکار عالی کی رعایا کی مذہبی آزادی میں غیر ضروری مداخلت نہ ہونے پائے۔

(د)۔ اگر کوتوال صاحب قاعدہ (ج) کے مطابق کسی تقریب کو ملتوی کر دیں تو وہ بلا تاخیر بہ آواز

ڈھل یا دوسرے ذرائع سے اس مقام میں جہاں تقریب مجوزہ ہونے والی ہے، عام طور سے منادی کرا دیں گے کہ اگر کوئی شخص اس تقریب کو نئی ہونے کی بنا پر قابل اعتراض سمجھتا ہے تو اسے لازم ہے کہ چار روز کے اندر اپنے اعتراض قلم بند کر کے کوتوال کے دفتر میں پیش کر دے جس میں اعتراض کے وجوہ تفصیل سے تحریر ہوں اور یہ کہ چار روز کی مدت گزرنے کے بعد کسی اعتراض پر اعتنا نہ کیجائے گی۔

(ھ) تقریب کے متعلق اس قسم کے اعتراضات وصول ہوں یا نہ ہوں خود کوتوال صاحب اگر مناسب سمجھیں تو ایسی شہادت لیں گے۔ جو اُن کے نزدیک یہ فیصلہ کرنے کے لیے ضروری ہو کہ وہ تقریب "جدید" ہے یا نہیں۔ اگر اس تقریب کا "جدید" ہونا تسلیم نہ کیا گیا ہو اور کوتوال صاحب مطمئن ہو جائیں کہ وہ "جدید" نہیں ہے تو ان کو اختیار ہوگا کہ اس کی منظوری دے دیں بشرطیکہ اس کے متعلق کوئی اعتراض پیش نہیں کیا گیا ہے۔ اور ایسی منظوری بلا تاخیر دے دینی چاہیئے۔ لیکن اگر تقریب بالاتفاق جدید ہے کوتوال صاحب شہادت لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچیں اور وہ "جدید" کی تعریف میں آئی ہے تو کوتوال صاحب فوراً تمام کاغذات اپنی رائے اور تجاویز کے ساتھ حکم کے لیے سرکار میں بھیج دیں گے۔

(و) کوتوال صاحب مجاز ہیں اور عموماً وہی ایسی "جدید" تقریبات کی منظوری دیں گے جن کے متعلق کوئی اعتراض نہ کیا گیا ہو۔ لیکن اگر ایسی تقریبات کے متعلق اعتراض اٹھایا گیا ہے۔ یا کوتوال صاحب کے نزدیک اعتراض نہ اٹھائے جانے کے باوجود خاص وجوہ سے مناسب ہے کہ سرکار کی منظوری لے لی جائے تو وہ اپنی رائے اور تجویز کے ساتھ کاغذات حکم کے لیے سرکار میں پڑھا دیں گے

(ز) معتمدی عدالت و کوتوالی ان کاغذات کی وصولیابی پر سررشتۂ امور مذہبی سے مشورہ کرنے کے بعد اس معاملہ کو باب حکومت میں احکام کے لئے پیش کر دے گی۔ جب معاملہ باب حکومت میں پیش کیا جائے تو معتمد عدالت و کوتوالی اور معتمد امور مذہبی دونوں کی رائے کے ساتھ دونوں معتمدین کے مواجہ میں معتمدی عدالت سے پیش کیا جائے گا۔

(ح) ۔ ہر محکمہ کا جن کے ذریعے یہ کارروائی گزرے فریضہ ہے کہ بلا تاخیر اس پر کارروائی کریں۔

(ط) ۔ مندرجۂ بالا قواعد جنازہ یا شادی کے جلوس بارسموں سے، خواہ وہ منظر عام پر انجام دیئے جائیں متعلق نہیں ہوں گے نہ یہ قواعد ان مذہبی جلوس، جلسوں اور رسوم سے متعلق ہوں گے جو کسی خانگی یا سرکاری عمارت کے اندر عمل میں لائی جائیں اگرچہ ان میں عام لوگوں کو شرکت کی اجازت دی گئی ہو۔

(توضیح) ۔ان قواعد پر گشتی معتمدی عدالت وکوتوالی نشان (۴۵) واقع ۱۰ردسمبر ۱۹۳۹ء کے متعلقہ قواعد حلبہ ہائے عام کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ نہ گشتی مذکور قواعد تقریبات مذہبی سے متعلق ہوگی۔

(دی) ۔مندرجہ بالا قواعد کے نفاذ سے تمام سابقہ احکام جو اس مسئلہ میں جاری کئے گئے ہیں منسوخ ہو جائیں گے۔

(دن) ۔ان قواعد کی خلاف ورزی کی صورت میں خاطی یا خاطیوں کو ایک ماہ قید بلا مشقت یا سو روپے جرمانہ کی یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔ اور ہر درجہ کا ناظم فوجداری ایسے مقدمات کی سماعت کا مجاز ہوگا۔ اور مقدمہ کو پولیس چالان کر سکے گی۔ مقدمہ قابل دست اندازی پولیس ہوگا۔

دسواں ضمیمہ

قواعد اکھاڑہ جات

ہرگاہ قرین مصلحت ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی کی ورزش گاہوں کی نگرانی کے متعلق جو اکھاڑہ جات تعلیم خانہ جات یا کسی دوسرے نام سے موسوم ہوں قواعد نافذ کئے جائیں۔

لہذا حسب ذیل حکم دیا جاتا ہے

دفعہ (۱) ۔یہ قواعد بنام "قواعد اکھاڑہ جات ممالک محروسہ سرکار عالی" موسوم اور تاریخ اشاعت جریدہ اعلامیہ سے کل ممالک محروسہ سرکار عالی میں نافذ ہوں گے۔

دفعہ (۲) ۔الف: بجز اس کے کہ مضمون یا سیاق عبارت اس کے خلاف ہو "اکھاڑے" کے مفہوم میں ہر ایسی ورزش گاہ داخل ہوگی جہاں عوام یا کسی خاص فرقہ یا گروہ کے افراد بہ غرض ورزش جسمانی معمولاً جمع ہوتے ہیں۔

مستثنیٰ: "اکھاڑے" کی تعریف ایسے مقام پر صادق نہ آئے گی جہاں کبھی ایک خاندان کے اراکین مخصوص طور پر ورزش جسمانی کرتے ہوں۔

(ب)۔ قواعد ہذا کی اغراض کے لئے "ورزش جسمانی" کا لفظ پھینک، پٹا، نبوٹ، نیزہ اندازی، تیغ زنی، تفنگ اندازی اور اسی قسم کے دیگر فنون سپہ گری کی مشق پر بھی حاوی ہوگا۔

(ج)۔ "بانیان اکھاڑہ" سے مراد اکھاڑے کے قائم کرنے والے یا ایسے اشخاص ہیں جن سے اکھاڑہ کا انتظام متعلق ہو۔

(د)۔ "اراکین اکھاڑہ" اکھاڑہ میں وہ تمام اشخاص شامل ہیں جو ورزش جسمانی کے لئے ایسے اکھاڑے میں جمع ہوتے ہوں۔

(ھ)۔ "اکھاڑہ جات قدیم" سے وہ اکھاڑہ جات مراد ہیں جو بہ وقت نفاذ قواعد ہذا تمام ملک محروسہ سرکار عالی میں موجود ہوں۔

دفعہ (۳)۔ ہر اکھاڑہ کی عام ازیں کہ وہ قدیم ہوں یا جدید حسب طریقہ متذکرہ دفعات مابعد اضلاع میں محکمۂ اول تعلقداری ضلع اور بلدہ وبیرون میں محکمۂ کوتوالی بلدہ میں رجسٹری کرانی لازمی ہوگی۔

دفعہ (۴)۔ الف۔ بانیان اکھاڑہ جات قدیم پر لازم ہوگا کہ تاریخ نفاذ قواعد ہذا سے ایک ماہ کے اندر ان اکھاڑہ جات کی رجسٹری کرالیں۔

(ب)۔ درخواست رجسٹری میں امور ذیل کی صراحت لازمی ہوگی۔

(۱)۔ نام (اگر کوئی ہو) ومقام اکھاڑہ

(۲)۔ نام وتعداد عہدہ داران اکھاڑہ اور ان کے فرائض۔

(۳)۔ نام وتعداد ملازمین تنخواہ یاب یا اعزازی اور ان کے فرائض۔

(۴)۔ تعداد اراکین اکھاڑہ۔

(۵)۔ مقاصد قیام اکھاڑہ بصراحت اقسام ورزش جسمانی جنکی مشق اکھاڑہ میں کیجائیگی۔

(۶)۔ رقم چندہ جمع شدہ طریق فراہمی چندہ۔ خرچ وسلک موجودہ۔

دفعہ (۵)۔ اگر کوئی شخص کوئی جدید اکھاڑہ قائم کرنا چاہے تو اس پر لازم ہوگا کہ درخواست عطائے اجازت بہ صراحت امور متذکرہ دفعہ سابق محکمۂ مجاز مندرجہ دفعہ (۶) میں پیش کرے۔

دفعہ (۶)۔ الف۔ ایسی درخواست پیش ہونے پر اضلاع میں اول تعلقداری ضلع اور بلدہ وبیرون میں کوتوال بلدہ اس امر پر غور کریں گے کہ بہ مصالح انتظامی ایسے اکھاڑہ کے قیام کی اجازت دی جانی چاہئے

یا نہیں۔ اور ہر صورت میں جبکہ کوئی امر قابل اعتراض نہ معلوم ہو ایسی اجازت دی جائے گی۔

(ب)۔ اگر اجازت یافتہ اکھاڑوں کو دوسرے مقام پر تبدیل کرنیکی ضرورت ہو یا ان کے منتظمین اور ملازمین میں تبدیلی واقع ہو تو منتظمین پر لازم ہوگا کہ تبدیلی کے ایک ہفتہ کے اندر اسکی اطلاع عہدہ داران مجاز کو دیں۔

دفعہ (۷)۔ اضلاع میں اول تعلقداری ضلع اور بلدہ و پیرون میں کوتوال بلدہ ایک رجسٹر رکھیں گے جس میں اس حدود ارضی کے جملہ اکھاڑہ جات اجازت یافتہ کا اندراج بہ صراحت امور متذکرہ دفعہ (۴) ضمن (ب) ہوگا۔

دفعہ (۸)۔ الف۔ اول تعلقداری اضلاع۔ کوتوال بلدہ و مہتمان کوتوالی ضلع مجاز ہوں گے اور اپنے حدود ارضی کے اکھاڑہ جات کا معائنہ و تنقیح کریں اور کوتوال بلدہ یہ کام اپنے نائبین اور مددگاروں کے بھی تفویض کر سکیں گے اور مہتمم کوتوالی ضلع اپنے مددگاروں کے۔

(ب)۔ عہدہ داران مذکور کو چاہیئے کہ اپنے حلقۂ اختیار کے اکھاڑہ جات کے حالات سے کماحقہ واقفیت رکھیں اور دیکھیں کہ ان کے مقاصد ورزش جسمانی تک محدود ہیں اور سیاسی معاملات کو ان میں کوئی لگاؤ نہیں ہے۔

(ج)۔ نائبین و مددگاران کوتوال بلدہ مددگاران مہتمم جب کبھی کسی اکھاڑہ کی تنقیح کریں تو اسکا ایک نوٹ کوتوال بلدہ یا بتوسط مہتمم کوتوالی اول تعلقدار ضلع کے پاس (جیسی کہ صورت ہو) بالالتزام روانہ کیا کریں۔

(د)۔ بانیان و عہدہ داران و ملازمین اکھاڑہ جات پر لازم ہوگا کہ عہدہ دار تنقیح کنندہ کو تنقیح میں ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائیں اور جو مواد وہ طلب کرے پیش کر دے۔

دفعہ (۹)۔ الف۔ اول تعلقداران اضلاع اور کوتوال بلدہ کو اختیار ہوگا کہ کسی ایسے اکھاڑے کو جسمیں سیاسی جد و جہد پائی جائے بہ اغراض و انتظامات مندرجۂ درخواست رجسٹری سے کسی طور پر انحراف کیا جائے درخواست کرا دیں۔

(ب)۔ بانیان اکھاڑہ پر لازم ہوگا کہ جب ان کو اول تعلقدار ضلع یا کوتوال بلدہ اکھاڑہ کے برخاست کرنے کا حکم دیں تو فوراً اس اکھاڑہ کو بند کر دیں۔

دفعہ (۱۰)۔ بانیان اکھاڑہ کا فرض ہوگا کہ (الف) اگر اکھاڑہ سے متعلق کوئی عام جلسہ جس میں شرکا کے علاوہ عام لوگ شریک ہوں ترتیب دیا جائے تو اس کی اطلاع بہ صراحت تاریخ و وقت و مقام انعقاد جلسہ سے

دو ہفتہ قبل اضلاع میں اول تعلقدار ضلع کو اور ایک ہفتہ قبل بلدہ دیہروں میں کوتوال بلدہ کو دیں۔

(ب)۔ رپورٹ سالانہ کی ایک نقل جس میں اکھاڑے کے سال تمام کے کاروبار کی نسبت تفصیلی مواد موجود ہو محکمۂ اول تعلقداری ضلع یا محکمۂ کوتوالی بلدہ میں (جیسی کہ صورت ہو) وسط ماہ دسمبر تک ارسال کریں اور

(ج)۔ اراکین اکھاڑہ کے ناموں کا اندراج ایک رجسٹر میں کیا کریں تاکہ بوقت تنقیح عہدہ دار تنقیح کنندہ اس کا معائنہ کر سکے۔

دفعہ (۱۱)۔ سرکار کو اختیار ہوگا کہ وقتاً فوقتاً حسب ضرورت قواعد ہذا میں ترمیم کریں۔ ایسی صورت میں بذریعہ اشتہار مندرجہ جریدہ اعلامیہ عوام کو اطلاع دیجائے گی۔

دفعہ (۱۲)۔ بصورت خلاف ورزی احکام مندرجہ دفعات بالا اکھاڑہ بند کر دیا جائے گا یا حاملی کو سزائے جرمانہ دی جاسکے گی جس کی مقدار (۵۰۰) روپیہ تک ہو سکے گی اور بصورت عدم ادائی جرمانہ تین ماہ کی قید سادہ کی سزا دی جائے گی۔

دفعہ (۱۳)۔ کوتوال بلدہ و اول تعلقدار ضلع کے احکام کا مرافعہ معتمد عدالت دہ کوتوالی و امور عامہ کے پاس ہو سکے گا۔ استغاثہ بمنظوری محکمۂ سرکار ہو سکے گا۔

گیارہواں ضمیمہ

قواعد قیام مدارس خانگی ممالک محروسہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

چونکہ ممالک محروسہ سرکار عالی کے جملہ رجحانات اور تخریجات تعلیمی سے سرکار عالی کا باخبر رہنا ضروری ہے تعلیمی اعداد و شمار کی تکمیل نیز جملہ تعلیم کا ہول کا عام اصول تعلیم اور حفظان صحت پر کاربند ہونا ملک کی فلاح تعلیمی کے لئے لازمی ہے۔ لہذا ذیل کے قواعد خانگی مدارس کے قیام ان کے اعداد و شمار اور ان کی نگرانی اور سند دہی کے لئے منظور کئے جاتے ہیں۔ ایسے خانگی مدارس بھی جو ان قواعد کے قبل نفاذ سے قائم ہیں ان قواعد کے اثر سے مستثنیٰ نہ ہونگے اور ان پر بھی ان قواعد کی پابندی لازمی ہوگی۔

(۱)۔ خانگی مدرسہ سے مُراد ایسی تعلیم گاہ ہے جہاں پندرہ یا پندرہ سے زیادہ طلبہ تعلیم پاتے ہوں اور جس کو سرکار عالی سے نہ امداد ملتی ہو اور نہ جس کو کسی منظور نصاب سرکار عالی یا سرکاری امتحان کی تعلیم کے لئے سرکار عالی نے تسلیم کیا ہو۔

(۲)۔ ان قواعد کے نفاذ کے بعد سے کوئی خانگی مدرسہ کسی شخص یا جماعت کی جانب سے قائم نہ ہو سکے گا جب تک ایسے مدرسہ کے قیام کی اجازت حسب صراحت ذیل حاصل نہ کر لی جائے۔

(الف)۔ مدارس ابتدائیہ و تحتانیہ کے لئے متعلقہ صدر مہتمم تعلیمات کی اجازت ضروری ہوگی۔

(ب)۔ مدارس وسطانیہ اور فوقانیہ ذکور اور وسطانیہ و فوقانیہ نسواں کے قیام کی اجازت کے مجاز صرف ناظم تعلیمات ہوں گے۔

(ج)۔ مدارس نسواں ابتدائیہ و تحتانیہ کے قیام کی اجازت صدر مہتممہ مدارس نسواں اپنے حدود میں اور اضلاع پر صدر مہتممان اجازت دینے کے مجاز ہوں گے۔

(۳)۔ خانگی مدرسہ کے قیام کیلئے بانی مدرسہ یا جماعت کی صورت میں انتظامی کمیٹی کے جانب سے ایک درخواست حسب نمونہ منسلکہ ناظم تعلیمات یا صدر مہتمم تعلیمات کے پاس پیش کیجائے گی جسمیں امور ذیل کی تفصیل ہوگی۔

(الف)۔ مقاصد قیام مدرسہ۔

(ب)۔ نصاب تعلیم۔

(ج)۔ مکان مدرسہ۔

(د)۔ اسٹاف اور ان کی قابلیت۔

نوٹ۔ جو مدارس خانگی ان قواعد کے قبل نفاذ قائم ہیں ان کو اس امر کی صراحت کرنی ہوگی کہ یہ مدارس کب سے قائم ہیں۔

(۴)۔ خانگی مدارس میں سرکاری۔ امدادی یا مسلمہ سرکار مدارس کا کوئی طالب علم یا طالبہ اسوقت تک شریک نہ کی جائے گی جبتک کہ وہ اپنے مدرسہ کا صداقت نامہ ترک مدرسہ پیش نہ کرے۔

(۵)۔ اگر کوئی ایسا طالب علم یا طالبہ کسی خانگی مدرسہ میں بلا صداقت نامہ ترک مدرسہ شریک ہو جائے تو مدرسہ متعلقہ کے صدر مدرس کی تحریک پر خانگی مدرسہ کے بانی یا انتظامی کمیٹی ایسے طالب علم یا طالبہ کو اپنے مدرسے

سے خارج کر دیں۔

(۶)۔ ہر خانگی مدرسہ میں بلا امتیاز مذہب وملت طلبہ شریک کئے جائیں سوائے ان طلبہ کے جو کسی مرض متعدی میں مبتلا ہوں یا یہ کہ ان کی شرکت سے دوسرے طلبہ کی صحت پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو۔

استثناء۔ وہ مدارس جو کسی خاص فرقہ کے لئے یا کسی خاص غرض کیلئے باجازت قائم کئے گئے ہوں ان کے لئے شرط بالا کی پابندی لازمی نہ ہوگی۔

(۷)۔ خانگی مدارس کے نصاب یا درس تدریس میں۔

(الف)۔ ایسی مذہبی تعلیم نہ دی جائے گی جس سے دوسرے مذہب والوں کے احساسات کو صدمہ پہنچے اور ان کی دل شکنی ہو۔

(ب)۔ ایسی سیاسی یا غیر سیاسی امور کی تعلیم نہ دی جائے گی جس سے دولت آصفیہ کے فرمانروا یا ارکان خاندان آصفیہ یا حضرت اقدس واعلیٰ کی حکومت (گورنمنٹ) کے خلاف بددلی یا بے چینی یا بدخواہی یا غیر وفادارانہ خیالات طلبہ یا طالبات کے ذہن نشین ہوں۔

(۸)۔ جملہ خانگی مدارس سالانہ اعداد وشمار کے تختہ جات کی بہ احتیاط خانہ پُری کر کے صدر مہتمم تعلیمات یا ناظم تعلیمات کے پاس تاریخ معینہ پر بھیجدیں گے۔

(۹)۔ ان قواعد کے نفاذ کے قبل سے جو مدارس خانگی قائم ہیں ان کے بانی یا انتظامی کمیٹی کی جانب سے صدر مہتمم تعلیمات سمت متعلقہ کو حسب نمونۂ متذکرہ فقرہ (۳) قواعد ہذا امور الف۔ ب۔ ج اور دے اندرون سہ ماہ مطلع کریں گے۔

(۱۰)۔ ان قواعد کے نفاذ کے بعد جو خانگی مدارس بلا اجازت قائم ہوں یا موجودہ خانگی مدارس حسب فقرۂ (۸) تختہ جات فراہم نہ کریں یا اور کسیطرح ان قواعد کی پابندی نہ کریں تو متعلقہ صدر مہتمم تعلیمات یا ناظم تعلیمات اہل تعلقدار صاحب ضلع یا کوتوال صاحب بلدہ کے ذریعہ ان کی سرزنش کی کارروائی کریں گے۔

(۱۱)۔ جملہ معائنہ کنندہ عہدہ داران مدرسۂ ہذا خانگی مدارس کے معائنہ کے مجاز ہوں گے اور بانی یا منتظمین ان کے معائنہ میں ہر طرح کی سہولت پیدا کریں گے۔

(۱۲)۔ افسر مجاز کو اختیار ہوگا کہ بہ اظہار وجوہ قیام مدرسہ کی اجازت نہ دے یا قائم شدہ مدرسہ کے برخاست کی کارروائی کرے۔

(۱۳)۔ سرکار عالی کا یہ منشا نہیں ہے کہ قواعد ہذا خانگی تعلیم گاہوں کے قیام میں کوئی رکاوٹ پیدا کریں۔ سرکار عالی متوقع ہیں کہ ناظم تعلیمات اور صدر مہتممان تعلیمات بجز ایسی صورتوں کے جہاں تعلیمی یا اخلاقی یا جسمانی یا مذہبی یا سیاسی مضر اثرات کا معقول اندیشہ ہو اس قسم کے مدارس کے قیام کی اجازت بہ عجلت ممکنہ دیں گے اور ہر طرح سے بانیان مدرسہ کی معاونت کریں گے۔

نمونۂ درخواست برائے قیام مدرسۂ خانگی

(۱)۔ نام مدرسہ۔

(۲)۔ نام موضع بہ صراحت تعلقہ و ضلع۔

(۳)۔ نام بانی مدرسہ۔

(۴) نام معتمد یا صدر وغیرہ۔

(۵)۔ قسم مدرسہ۔

(۶)۔ مقاصد قیام۔

(۷)۔ نصاب تعلیم۔

(۸)۔ عمارت مدرسہ کے حالات جسمیں کہ مدرسہ قائم ہوگا۔

(الف) عمارت میں کتنے کمرے ہیں اور ان کا طول و عرض و بلندی۔

(ب)۔ کھیل کا میدان ہے یا نہیں۔ ہے تو اسکی وسعت کیا ہے۔

(ج)۔ پانی اور بیت الخلاء کا کیا انتظام کیا گیا ہے۔

(۹)۔ مدرسہ میں کتنے اساتذہ کس لیاقت اور شاہرہ کے ہوں گے۔

(۱۰)۔ کتنے طلبہ اور کن مذاہب کے جمع ہونے کی توقع ہے۔ جماعت واری اندازہ دیا جائے۔

(۱۱)۔ مختلف جماعتوں میں اگر فیس لیجائے گی تو شرح کیا ہوگی۔

(۱۲)۔ فرنیچر کا کیا انتظام کیا جائے گا۔

(۱۳)۔ کتب خانہ ہوگا یا نہیں۔

(۱۴)۔ تخمینۂ آمدنی مدرسہ ماہانہ بہ ذریعۂ چندہ، عطیات وغیرہ

اقرار نامہ

اقرار واثق کیا جاتا ہے کہ اگر مدرسہ کے قیام کی اجازت دی جائے گی تو جملہ قواعد و احکام سررشتہ متعلقہ قیام مدارس خانگی کی پابندی کیجائے گی فقط۔

مقام

تاریخ

دستخط معتمد یا صدر مدرس

بارھواں ضمیمہ

(حال میں جو آریا سماجی اخبارات روکے گئے ہیں اُنکے متعلق ایک نوٹ)

حکومت سرکار عالی نے ۳۰ر اگست ۱۹۳۳ء کو چندولال کی ادارت سے جو آریا سماج حیدرآباد کے معتمد تھے ایک آریا سماجی اخبار "ویدک آدرش" جاری کرنے کی اجازت دی۔ اگرچہ صدر ناظم کو توالی اضلاع کی رائے اس کے خلاف تھی اور انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اخبار کی نوعیت مسلمہ طور پر مذہبی ہونے کے باوجود بعض فرقہ پرست انتہاپسندوں کے تعلق کی وجہ سے جو اس کے اصلی مدیر ہوں گے اور جن کی طرف سے چندولال کو برائے نام ایڈیٹر بنایا جائے گا یہ اخبار بہت جلد ایک فرقہ پرست جریدہ ثابت ہوگا۔ برایں ہم پریس کمشنر نے اسکی اجرائی کی اجازت دے دی۔ حالات و واقعات نے صدر ناظم کو توالی اضلاع کی رائے کو بالکل درست ثابت کیا کیونکہ شروع ہی سے اس اخبار نے نظم و نسق کو بدنام کرنے اور ریاست کے دو بڑے فرقوں کے درمیان نفرت و بے اعتمادی کے جذبات بھڑکانے کی روش اختیار کی۔ چونکہ اسکی حالت روز بروز ابتر ہونے لگی، اس لئے اسے کئی مرتبہ تنبیہہ کیگئی مگر یہ بے سود ثابت ہوئی۔ اس لئے "ویدک آدرش" کو بند کر دینا پڑا۔ یہ واقعہ ۲۸ر ستمبر ۱۹۳۵ء کا ہے۔ اس کے دو ماہ بعد ایک اور ایسا ہی فرقہ پرست مسلمان اخبار "الاعظم" بھی بند کر دیا گیا۔ ان دونوں پرچوں کے ایڈیٹروں نے بعد کو بندش کے احکام کی منسوخی کی کوشش کی یا بصورت دیگر دوسرے اخبار جاری کرنے کی اجازت چاہی مگر سابقہ احکام کی تنسیخ یا جدید اجازت کی منظوری میں ان کے گزشتہ کارنامے اور تعلقات حائل رہے۔

احکام سابقہ کی منسوخی یا حیدرآباد سے جدید فرقہ پرست اخبار کی اجازت کی کوششوں کو بے سود پاکر آریا سماجیوں نے ایک ہمسایہ صوبہ کا رخ کیا جہاں سے وہ فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کے لئے اپنا پروپگنڈا کرنے

لگے۔ اس طرح "ویدک سندیش" ۱۹۳۷ء کے اواخر میں شولاپور سے اور "مساوات" فروری ۱۹۳۸ء سے اور "جہد" جولائی ۱۹۳۸ء میں بمبئی سے شائع ہونے لگے۔

کچھ عرصہ تک حکومت سرکار عالی نے ان اخبارات کی طرف اس وجہ سے کوئی توجہ نہیں کی کہ انکی صریح دروغ بیانیوں اور شر انگیز پروپاگنڈے کی وجہ سے وہ یا تو خود بخود بند ہو کر رہیں گے یا جس صوبہ سے یہ شائع ہو رہے ہیں وہاں کی حکومت ان کی شدید فرقہ پرست پالیسی کی بنا پر انھیں خود بند کر دیگی کیونکہ صوبہ مذکور کی حکومت میں فرقہ وارانہ مضامین کے خلاف ان کو خود ایک کمیونکے کے ذریعہ تنبیہ کیا تھا۔ اسی اثنا میں ان اخباروں کی کوششوں کا سدباب کرنے کیلئے مسلمانوں نے بھی ایک اخبار "اردو" کے نام سے بمبئی سے جاری کیا۔ یہ سب اخبارات حیدرآباد کے لئے ہوتے تھے اور ریاست میں انھیں غیر معمولی اشاعت حاصل تھی۔ فرقہ وارانہ کشیدگی و برہمی پیدا کرنے میں انکا بہت زیادہ حصہ رہا ہے جس کا نتیجہ بلدۂ حیدرآباد کے فسادات کی صورت میں نمودار ہوا۔ چونکہ یہ اخبارات ریاست کے امن و امان کے حق میں مہلک طور پر خطرناک بن رہے تھے اس لئے حکومت سرکار عالی نے وسط ۱۹۳۸ء میں صوبہ مذکور کی توجہ مبذول کرانے کا فیصلہ کیا۔

حکومت بمبئی نے اس کو تسلیم کر لیا کہ ان کے مضامین ہندو مسلمانوں میں کشیدگی پیدا کرنے کا باعث قرار دیے جا سکتے ہیں۔ اس نے "ویدک سندیش" کو سخت تنبیہہ کی اور معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ سے ان دونوں اخبارات کے مضامین کی سخت نگرانی کرنے کی ہدایات بھی جاری کیں تاکہ اگر وہ اسی طرح قابل اعتراض مضامین چھاپتے رہیں تو ان کے خلاف چارہ کار اختیار کیا جائے۔ بدقسمتی سے اس تنبیہہ کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور آخر کار حکومت سرکار عالی کو انتہائی مجبوری کے ساتھ ان اخباروں کا داخلہ روک دینا پڑا۔ تاکہ ریاست کی اخبار بیں پبلک ان کے نفرت انگیز پروپاگنڈے سے متاثر نہ ہو۔

یہ اخبارات سراسر ریاست حیدرآباد کے لئے مخصوص تھے جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ ان کا داخلہ رکتے ہی وہ خود بخود بند ہو گئے۔ ان کی بجائے دوسرے اخبار جاری کئے گئے اور ابتدائی اخبار کے خریداروں کو بدلے میں دیے جانے لگے۔ ان اخباروں میں بھی اسی قسم کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ "ویدک سندیش" کا داخلہ بند ہونے کے بعد وہ حسب ذیل ناموں سے شائع ہوا۔

(۱) ۔ ویدپرکاش

(۲) ۔ ویدک پتاکا

(۳)۔ دیدک جیوتی

(۴)۔ دیواکر

(۵)۔ سدھاکر وغیرہ

"مساوات" نے "ویر دکن" "فتح" اور "انصاف" وغیرہ کے نام اختیار کئے۔

بہ حالات موجودہ ریاست کے لئے ایسے اخبارات کی بندش ہی واحد طریقہ باقی رہ گیا تھا اور اس کے خلاف یہ کوشش کیگئی کہ جیسے ہی ایک اخبار بند ہوا اس کی بجائے دوسرے متبادل اخبار جاری کر دیئے گئے کیونکہ قبل از قبل صوبہ مذکور کی حکومت سے کئی اخبارات کی پیشگی اجازت حاصل کرلی گئی تھی۔

ابتداہی میں اسکی توقع کرلی گئی تھی اور صوبہ کی حکومت پر اس کا اظہار بھی کر دیا گیا تھا اس لئے اس کا ایک علاج یہی تھا کہ ان جدید اخباروں کو بھی، ہر ایک کی اچھی طرح جانچ کر لینے کے بعد ممنوع قرار دیا جائے۔ برطانوی ہند یا کسی دوسری ہندوستانی ریاست کا ایک بھی سیاسی اخبار ایسا نہیں ہے جس کا داخلہ حیدرآباد میں ممنوع ہو۔ حکومت سرکار عالی ان اخبارات کے مذکورہ بالا طریقوں اور ان کے خطرناک قسم کے مضامین کی وجہ سے مجبور ہوگئی کہ ان کے خلاف داخلہ کی ممانعت کے مسلسل احکام جاری کرے۔

ایک ہمسایہ صوبہ کی عملداری سے جدید متبادل اخبارات کی بہ کثرت اشاعت اور وہاں سے اس قسم کے مخالفانہ اور فرقہ وارانہ لٹریچر کی ممالک محروسہ میں بھرمار کے سبب کچھ بحث بھی پیدا ہوگئی لیکن اس اثنا میں ریاست اب مجبور ہوگئی ہے کہ ہر ہر متبادل اخبار کو جوں ہی وہ شائع ہو بند کرنے کے بجائے زیر بحث صوبہ کے صرف ایسے اخبارات کے ناموں کا اعلان کر دے جو آئندہ سے ریاست حیدرآباد میں داخلہ پاسکینگے اس طرح خود بخود باقی اخبارات کا داخلہ رک جائے گا۔ ریاست حیدرآباد خود اپنے اصولوں کے خلاف محض ممالک محروسہ کے مختلف فرقوں کے مابین ہم آہنگی اور امن وامان قائم رکھنے کی خاطر یہ تدبیر اختیار کرنے پر مجبور ہوئی ہے کیونکہ یہ ہر حکومت کا بدیہی فرض ہے کہ جب کبھی اس کے بہترین مفاد کو اس طرح نقصان پہنچانے کی کوشش کیجائے تو وہ دوسرے تمام امور کا لحاظ چھوڑ کر اسے بچانے کی تدبیر اختیار کرے تاہم امید ہے کہ ہر آئندہ اعلان میں جو مدت معین کی جائے گی اس کے بعد اس تدبیر کو اختیار کرنے کی ضرورت داعی نہ ہوگی۔

ان اخبارات کے مضامین کے بعض نمونے دوسرے ضمیمہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

تیرھواں ضمیمہ

"ریاست حیدرآباد میں آریا سماج کا مقدمہ"

حال ہی میں مین اقوامی آرین لیگ دہلی کی طرف سے مذکورۂ بالا عنوان سے ایک پمفلٹ شائع کیا گیا ہے۔ اس میں اکثر وہی پرانی باتیں ہیں اور وہی مبالغے اور جھوٹے پروپاگنڈے کا طومار باندھا گیا ہے۔ جن چیزوں سے بحث کی گئی ہے ان میں حسب ذیل شامل ہیں۔

مذہبی سختیاں، اکھاڑوں اور خانگی مدرسوں پر پابندیاں، ہون کنڈوں کا فرضی اور بے اصل مسئلہ (ان سب کا ذکر آٹھویں ضمیمہ میں کیا جا چکا ہے) ایسے چند واقعات کے متعلق یک طرفہ بیانات جن کا آریا سماجیوں سے تعلق ہے، آریا ڈیفنس لیگ کے (۱۴) مطالبات (جو آٹھویں ضمیمہ میں درج ہو چکے ہیں) اور مسٹر گپتا کے حیدرآباد آنے اور صدر اعظم بہادر سے ملاقات کرنے کے متعلق ایک غلط اور نامکمل بیان۔ اس بیان میں اس تحقیقات کا ذکر بڑی خوبی سے نظر انداز کر دیا گیا ہے جو کلیانی کے مقدمہ کے متعلق عمل میں لائی گئی تھی (اور جس کا ذکر ان صفحات میں دوسری جگہ درج ہے) اس پمفلٹ میں چار آدمیوں کی تصویریں بھی دی گئی ہیں اور ان کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں نے ان کو زخمی کیا ہے مگر بڑی چالاکی سے اس امر کے ثبوت کو نظر انداز کر دیا گیا جس سے ظاہر ہو کہ حقیقت میں ان تصویروں کا تعلق واقعات مندرجہ سے ہے۔ اسی طرح ویر پرکاش "شہید" جس کو مذہب کے دیوانے مسلمانوں نے بمقام گنجوٹی قتل کر ڈالا" اس کی ایک دردناک تصویر دی گئی ہے۔ (اس کے متعلقہ واقعات کے لئے ساتواں ضمیمہ ملاحظہ کیا جائے)

تبلیغ سے متعلق کسی واعظ کی ترتیب دی ہوئی ہفتہ واری رپورٹ کے ایک نمونہ کی تصویر دی گئی ہے اور ایک عجیب افترا پردازی کر کے اس کے نیچے یہ عبارت لکھ دی گئی ہے کہ "اس طرح کی ہفتہ وار رپورٹیں حکومت سرکار عالی کی طرف سے طلب کی جاتی ہیں اور تبدیل مذہب کی ترغیب دی جاتی ہے"۔

تبلیغ سے بحث کرتے ہوئے حکومت پر یہ بے بنیاد الزام لگایا گیا ہے کہ حکومت نے "ہندو سماج کی بیخ کنی" کے لئے تبلیغ کی حمایت کی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ آریا سماجیوں کی تحریک شدھی و سنگھٹن کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ حیدرآباد میں آریا سماج کی "پرامن" سرگرمیوں اور اس کے پرچار کی "پرامن" نوعیت پر بہت زور دیتے ہوئے بڑی خوبی سے یہ بتایا گیا ہے کہ چند "ایڈیشن" اور "لکچر" احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دیئے گئے اور بڑے فیاضانہ سہو سے کام لے کر یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ "اعلیٰ حکام کے حسب الحکم کوتوالی نے ان آریا پرچارکوں کے ایڈیشن کے کام میں کوئی مداخلت نہیں کی۔" "ہمارے پرچارکوں کے بادشاہ" یعنی پنڈت رام چندر دہلوی جن کو ۱۹۳۳ء میں ریاست میں داخل ہونے سے منع کیا گیا تھا ان کی "شیریں بیانی" خطابت کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ ان کو اس وجہ سے حدود ریاست میں داخل ہونے سے منع کیا گیا تھا کہ انھوں نے پلی کھیڑ میں ایک سخت قابل اعتراض اور دوسرے فرقہ کے مذہبی احساسات کو بُری طرح مجروح کرنے والی تقریر کی تھی۔ اس قسم کے بہت سے پرچارکوں کے "بادشاہوں" اور دوسرے مصنفوں کی تقریروں اور تحریروں کے نمونے دوسرے اور تیسرے ضمیمہ میں دیئے گئے ہیں۔ ان سے صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ "پرامن" اور "مذہبی" کے نام کیا کچھ کیا جا رہا ہے۔ اس پمفلٹ میں بہت ہی چالاکی اور ہوشیاری سے ایسے فرضی عطیوں کی ایک فہرست ترتیب دی گئی ہے جو "مقامی" اداروں کو دیئے جاتے ہیں۔ اس میں قصداً وہ سب امدادیں نظر انداز کر دی گئی ہیں جو ہندو اداروں کو دی جاتی ہیں یا ہندو مندروں اور ہندو افراد کو ملتی ہیں مگر بعض ایسے اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے جیسے "خواجہ کمال الدین" جن کو فوت ہوئے دس سال گزر گئے اور جو کبھی "مقامی" نہیں تھے۔ یہ پمفلٹ کا بہت ہی دلچسپ حصہ ہے۔ فہرست مذکور میں ایک جگہ لکھا ہے ..... "کہ مصنف کو ..۹" اس کے بارے میں کچھ کہنا غیر ضروری ہے۔ بلدۂ حیدرآباد کے فرقہ وارانہ فساد کے آغاز اور تاریخ پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے "گزشتہ ماہ اپریل میں بلدۂ حیدرآباد میں مسلمانوں نے ہندوؤں کو پیٹا اور لوٹ لیا۔ بعد ازاں اس نے ہندو مسلم فساد کی صورت اختیار کی" یہ ہو سکتا ہے کہ اس بیان پر ہندو عورتوں کے ساتھ جبراً زنا کرنے اور ان کی چھاتیاں کاٹ ڈالنے کے فرضی قصوں کا حوالہ دے کر جو بہت سے ہندو آریا سماجی اور مہا سبھائی اخبارات (مثلاً "ویدک سندیش" اور "مرہٹہ") میں بیان کئے گئے تھے مزید رنگ چڑھایا جاتا۔ ان واقعات کا سرے سے وجود میں نہ آنا، نہ آج کوئی اہمیت رکھتا ہے اور نہ کل اسکی کوئی اہمیت تھی۔ اس وقت اس "خبر" کی اشاعت سے متعلقہ اخبارات خوب بکے اور ممکن ہے اس

وقت اس ایک آنے والے پمفلٹ کی نکاسی میں اس سے مدد ملی ہو اس پمفلٹ میں اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ یاوہ گوئی کے نمونے ہیں اور ان کا جواب دینا ناممکن ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"غلاموں اور خوشامدیوں کے بیہ چھتے! کب تک یہ اپنے دروازے بند کر کے آزادی اور جمہوریت کی روشنی کو داخل ہونے سے روکیں گے۔"

اچھا تو یہ "آزادی اور جمہوریت" ہے جس کی خاطر آریا سماجی حیدرآباد میں لڑ رہے ہیں۔ اگر "صداقت اور عدم تشدد" کا بھی ادعا کیا جائے تو کیا حرج ہے۔